UNIVERSAL
LIBRARY

محاکمۂ قطعات ابن یمین و سعدی

مع

سوانح ابن یمین

از

خاکسار علی شبیر سررشتہ دار انتظامی ہائیکورٹ حیدرآباد دکن

مترجم سفرنامۂ برکھارٹ و مولف تاریخ حجر اسود و تاریخ غلاف کعبہ و
حجاز کے فرنگی سیاح و رسالہ محاسب و فسانہ عبرت و دور آخری وغیرہ

مطبوعہ

تاج پریس چھتہ بازار حیدرآباد دکن

رمضان ۱۳۴۴ھ م مارچ ۱۹۲۶ء



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

عموماً اہلِ ذوق اس پر متفق ہیں کہ سعدیؒ کا کلام خواہ نظم ہو یا نثر اپنی طرز میں بے مثل ہے۔ اس امر کی تصدیق میں بعض اصحاب نے اس پر محققانہ ریویو اور تنقیدیں لکھی ہیں خصوصاً شمس العلماء مولوی الطاف حسین حالیؔ مرحوم نے سعدیؒ کے کلام پر ایک فاضلانہ رائے لکھکر یہ ثابت کر دیا ہے کہ پند و نصائح کے اعتبار سے ان دونوں کتابوں کا جواب نہیں ہے۔ علیٰ ہذا القیاس غزل میں جو مرتبہ سعدیؒ کا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ ان کا دیوان عام طور پر تلمذان شعرا مشہور ہے۔ حافظؔ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو مسلم استاد غزل کہا ہے۔ ملا جامیؒ ان کی پیمبری کی نسبت یہ فتویٰ دے چکے ہیں۔

در شعر سہ تن پیمبرانند	ہر چند کہ لا نبی و بعدی
ابیات و قصیدہ و غزل را	فردوسی و انوری و سعدی

قصائد میں سعدیؒ کو ایک نئی طرز کا موجد کہتے ہیں۔ مگر قطعات سعدی پر غالباً آج تک کسی صاحب نے توجہ نہیں کی عام رائیں جو لوگوں نے ان کے کلام پر لکھی ہیں اور جن سے انکی فضیلت دیگر اساتذہ پر بخوبی ثابت ہے گو اُس کے ضمن میں قطعات بھی شامل ہیں لیکن خصوصیت کے ساتھ بالمقابلہ ان جواہرات کو نہیں پرکھا گیا۔ یہ بات بھی نہیں ہے کہ قطعات تعداد میں کم ہوں بلکہ تخمیناً پانسو ہیں اور یہ اتنا بڑا ذخیرہ ہے کہ اگر گلستان اور کلیات سے تمام قطعات نکالکر ایک جگہ جمع کئے جائیں تو اچھی خاصی کتاب بن جائے۔

عموماً اہل ذوق جس طرح قصائد میں انوری کو غزلیات میں سعدی کو مثنوی میں فردوسی کو اور رباعیات میں حکیم عمر خیام کو استاد مانتے ہیں۔ اُسی طرح قطعات میں ابن یمین کو یکتا سمجھتے ہیں میرا خیال ہے کہ سعدی کے قطعات کو بھی وہی مرتبہ حاصل ہے جو انکی غزلیات کو ہے۔ ابن یمین و سعدی دونوں بزرگوں نے پند و نصائح و اخلاق و فلسفہ و حکمت وغیرہ پر قطعے لکھے ہیں اس وجہ سے دونوں میں بہت مناسبت معلوم ہوتی ہے لیکن اگر نظر تحقیق سے دیکھا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں ان دونوں صاحبوں کے قلم سے ہم مضمون و ہم مطلب و ہم معانی قطعات نکل گئے ہیں یا دونوں کے مضمون لڑ گئے ہیں وہاں سعدی کے کلام کی خصوصیات واضح طور پر نمایاں ہیں اور جب کسی ایک ہی مضمون پر دونوں اُستادوں نے طبع آزمائی کی ہے تو سعدی کے قطعات میں بندش کی درستی۔ خیالات کی پختگی فصاحت و بلاغت ایک خاص امتیاز رکھتی ہے اور بمقابلہ ابن یمین کے قطعہ گوئی میں اُستادی کے زیادہ مستحق سعدی ہی معلوم ہوتے ہیں۔ اب سے کوئی پچیس سال قبل میں نے سنہ ۱۹۱۰ء میں دونوں کے قطعات پر محاکمہ لکھکر انجمن یادگار سعدی[1] کے ایک جلسہ میں یہ ثابت کیا تھا کہ سعدی کے قطعات بہ نسبت ابن یمین کے بدرجہا بہتر ہیں۔ ضرورت اس کی ہوتی ہے کہ جن لوگوں کے درمیان محاکمہ کیا جائے اُن کے حالات سے ناظرین کو آگاہ کر دیا جائے۔ اُس وقت انجمن مذکور کی نوعیت کے لحاظ سے اس امر کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی تھی اور سعدی کے حالات لکھنے کی ضرورت بوجہ کثرت شہرت اب بھی نہیں معلوم ہوتی البتہ ابن یمین سے چونکہ بہت سے لوگ واقف نہیں ہیں اس لئے بقدر حاجت اُن کے حالات قلمبند کرکے اس کمی کو اب پورا کر دیا گیا تاکہ انکے علم و فضل و کمالات سے واقف ہوکر اور اُن کے پائیگاہ علم سے آگاہ ہوکر اُن کے کلام کا موازنہ کیا جا سکے۔ اور جو محاکمہ اس ہیچمداں نے اُن کے قطعات پر لکھا ہے اس کا صحیح اندازہ ہو سکے۔ اس وقت سابقہ محاکمہ میں بقدر ضرورت اصلاح کرکے چند قطعات بھی اور شریک کر دیئے گئے ہیں

[1] سنہ ۱۹۱۰ء میں چند علم دوست احباب نے جن کو زبان فارسی سے خاص دلچسپی تھی حیدرآباد دکن میں ایک انجمن موسوم بہ "انجمن یادگار سعدی" قایم کی تھی۔ اس کے مقاصد سعدی کے کلام کی اشاعت۔ نظم و نثر میں سعدی کا تتبع اور سعدی کے کلام کی ظاہری و معنوی خوبیوں کو پبلک میں پیش کرنا تھے۔ انجمن مذکور کے روح رواں و مدیر میرے مخدوم و مکرم مولوی عبدالحق صاحب بی۔ اے پرنسپل اورنگ آباد کالج تھے اور جس جلسہ میں محاکمہ زیر بحث پڑھا گیا تھا وہ زیر صدارت نواب عمادالملک جناب مولوی حکیم سید امتیاز الدین حسن صاحب منعقد ہوا تھا۔ ۱۲

جن سے یقیناً اس کی دلچسپی میں اضافہ ہوگیا ہے اس محاکمے کے ملاحظہ فرمانے کے بعد ابن یمین کا کلام سعدی کے مقابلہ میں اگر پھیکا نظر آئے تو اس سے ناظرین یہ خیال ہرگز نہ کریں کہ ابن یمین کا سب کلام ایسا ہی ہوگا ۔ نہیں ۔ یہ سعدی کے کلام کی خصوصیات ہیں کہ انکے سامنے بڑے بڑے استادوں کا رنگ بگڑ جاتا ہے ورنہ ابن یمین کے سینکڑوں بے مثل اور لاجواب قطعات ایسے ہیں جو زبانِ فارسی کے لئے مایۂ ناز ہیں اور بجز سعدی کے دوسرے اساتذہ پر ان کا تفوق ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں سعدی و ابن یمین کا موازنہ کرتے وقت یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ سعدی کا زمانہ ابن یمین سے قبل ہے یعنے سنہ ۶۹۱ ہجری میں سعدی کی وفات ہوئی اور سنہ ۶۸۵ ہجری میں ابن یمین پیدا ہوئے ۔ ان کو سعدی کے کلام سے بہرہ اندوز ہونے کا موقع کافی ملا تھا اور اس اعتبار سے سعدی کو ابن یمین پر قدرتی طور سے تقدم حاصل ہے چونکہ ابن یمین کی مستقل سوانح عمری لکھنی مجھے مقصود نہ تھی ۔ اس لئے ابتداءً یہ خیال تھا کہ محاکمہ کی مناسبت سے کچھ تھوڑے سے حالات تحریر کردئے جائیں مگر اتفاق سے یہ مضمون بڑھ گیا اور میں نے یہ قیاس کرکے کہ جسطرح ابن یمین کے حالات معلوم کرنے کا مجھے شوق ہے ایسا ہی میرے دوستوں کو بھی اشتیاق ہوگا جو کچھ دلچسپ و ضروری باتیں معلوم ہوسکیں درج کردی گئیں ۔ ان حالات کے فراہم کرنے میں جن کتابوں سے مجھے مدد ملی ۔ یا جن کے دیکھنے کی مجھے ضرورت پڑی ان میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں

(۱) قطعات ابن یمین مطبوعہ مطبع دار الاقبال ریاست بھوپال

(۲) کتاب احوال ابن یمین مرتبۂ ملا رشید یاسمی مطبوعۂ طہران سنبلہ سنہ ۱۳۰۳ ف

(۳) دیوان ابن یمین قلمی موجودہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن ۔

(۴) انگریزی فہرست کتب خانہ بانکی پور مرتبۂ مولوی عبد المقتدر صاحب مطبوعۂ کلکتہ بنگال سکریٹریٹ بک ڈپو سنہ ۱۹۰۸ عیسوی جلد اول فردوسی تا حافظ ۔

(۵) لٹریری ہسٹری آف پرشیا (تاریخ ادبیات ایران) جلد سوم مولفہ پروفیسر اڈورڈ براؤن ابن یمین کے متعلق ان کا ماخذ تذکرہ مجمل فصیحی خوافی ہے ۔

(۶) تاریخ روضۃ الصفا جس سے بالخصوص ابن یمین کے معاصر امراء و سلاطین کے حالات اقتباس کئے گئے ۔

(۷) تاریخ حبیب السیر

(۸) تذکرۂ دولت شاہ سمرقندی

(۹) مجالس المومنین قاضی نور اللہ شوستری۔

(۱۰) تذکرہ مجمع الفصحا مولفۂ رضا قلی خاں ہدایت

(۱۱) آتشکدۂ آذر مولفہ حاجی لطف علی خاں۔

(۱۲) شعر العجم مولفۂ مولوی شبلی نعمانی۔

(۱۳) تذکرۂ شمع انجمن مولفۂ نواب صدیق حسن خاں مرحوم

(۱۴) فارسی فہرست کتب خانہ مولوی خدابخش خانصاحب مرحوم موسوم بہ محبوب الالباب۔

(۱۵) مختصر تذکرۃ الشعرا مولفہ مولوی عبد الغنی خاں صاحب فرخ آبادی۔

(۱۶) انگریزی فہرست کتب خانۂ شاہان اودھ مولفۂ ڈاکٹر اسپرنگر۔

(۱۷) انگریزی فہرست کتب خانۂ انڈیا آفس مرتبۂ ڈاکٹر ایتھے۔

ترتیب سوانح ابن یمین میں اولاً میں نے قطعات ابن یمین کو اپنا رہنما بنایا تھا جن سے انکے بہت سے حالات و واقعات پر روشنی پڑتی ہے اس کے بعد مجھے سب سے زیادہ مدد کتاب "احوال ابن یمین" مولفہ ملا رشید یاسمی سے ملی اور اکثر حالات اسی سے ماخوذ کیئے گئے۔ ملا رشید یاسمی کا ماخذ کلیات ابن یمین مرتبہ و مدونہ مرزا علی اکبر خاں دہخدا مدیر مدرسۂ سیاسیات و اڈیٹر رسالۂ صور اسرافیل طہران ہے۔ ابن یمین کے حالات لکھتے وقت میں نے چاہا تھا کہ نسخۂ کلیات ابن یمین موجودہ کتب خانۂ بانکی پور ایک مرتبہ غور سے دیکھ لوں مگر ملا رشید کی تالیف ملجانے سے فی الجملہ یہ ضرورت رفع ہو گئی۔

علی شبیر

۱۱ شوال سنہ ۱۳۴۳ھ

سوانح ابن یمین

نام و نسب

ان کا نام **محمود**[1] اور تخلص و کنیت **ابن یمین** ہے۔ ان کو اپنے والد امیر **یمین الدین طغرائی**[2] سے کمال محبت تھی اور ان ہی کے شاگرد تھے۔ غالباً اسی وجہ سے **ابن یمین** تخلص کرتے تھے یا ممکن ہے کہ ان کے پدر بزرگوار نے اپنے بقائے نام کے خیال سے انکا یہ تخلص قرار دیا ہو۔ **ابن یمین** قوم کے ترک تھے اور انکے آبا و اجداد کا وطن ترکستان تھا۔ ان کا خاندان علم و فضل و خدمات سلاطین کے اعتبار سے سربراوردہ رہا ہے چنانچہ **ابن یمین** نے اپنے دیوان پر سنہ ۷۴۳ ہجری میں جو دیباچہ[3] تحریر کیا ہے اُس میں یوں فرماتے ہیں۔

"پیوستہ آبا و اجداد من بندہ بفضل و ہنر مشہور و بہ مباشرت اشتغال دیوانی سلاطین مذکور"
"و امثلہ و مناشیر ملوک بہ طغرا و اعلانات ایشان محلی و مزین و مقامات یک یک در حضرت"
"اکابر و اعیان مبین و معین بودہ"

بقول دولت شاہ امیر **یمین الدین** سلطان **محمد** خدابندہ[4] کے زمانے میں (جو سنہ ۷۰۳ ہجری سے سنہ ۷۱۶ ہجری تک سریر آرائے سلطنت رہا) قصبۂ **فریومد**[5] میں جائداد خرید کر سکونت پذیر ہوئے تھے

---

[1] مولوی شبلی نعمانی نے شعر العجم میں غلطی سے ابن یمین کے والد کا نام محمود تحریر کیا ہے اور نواب صدیق حسن خانصاحب نے تذکرۂ شمع انجمن میں امیر الدین لکھا ہے۔ یہ بڑے لوگ ہیں ایسی چھوٹی باتوں پر غور نہیں فرماتے۔

[2] طغرا ایک خاص قسم کا خوشنا خط ہوتا ہے۔ فرامین کے عنوان پر شاہان وقت کے نام بطور مونوگرام کے اسی خط میں لکھے جاتے تھے اس خدمت کے انجام دینے والے کو طغرائی کہتے تھے ۱۲

[3] ایران ہندوستان و انگلستان کے کتب خانوں میں کلیات ابن یمین کے دو نسخے ہیں ایک سنہ ۷۴۳ میں مرتب ہوا تھا اسکا دیباچہ خود ابن یمین کا لکھا ہوا ہے دوسرا سنہ ۷۶۹ ہجری میں مرتب ہوا جسکا دیباچہ ابن یمین کے کسی دوست نے لکھا تھا اسکے متعلق کلام ابن یمین کے ضمن میں بحث کیگئی ہے

[4] سلطان محمد خدابندہ جسکا اصلی نام الجائتون خاں ہے سلسلۂ چنگیز خانی میں ایران و توران کا گیارہواں فرمانروا تھا۔

[5] ملا رشید جامع احوال ابن یمین کہتے ہیں کہ ملک خراسان کے ضلع سبزوار میں یہ مشہور و معروف قصبہ سبزوار سے جانب شمال و مغرب چودہ کوس پر واقع ہے آجکل اسکو فرومد کہتے ہیں۔ کوئی پانسو گھر کی آبادی ہے اس وقت وہاں ابن یمین کی کوئی یادگار یا اثر آثار نہیں پایا جاتا۔ شعر العجم میں مولوی شبلی نعمانی نے غلطی سے اسکا نام فراوند لکھا ہے۔ صاحب فرہنگ انندراج نے بھی غلطی کی ہے اور اسکا نام فریوند تحریر کیکے یہ نوٹ لکھا تھا۔ "قصبہ ایست کہ از انجاست افضل العلماء امیر محمود مشہور بہ ابن یمین" ۱۲

خواجہ علاء الدین محمد وزیر سلطان ابوسعید محمد بہادر خان[1]۔ یمین الدین پر بہت مہربان تھا اور ان کے ساتھ بڑی تعظیم و تکریم سے پیش آیا کرتا تھا۔ اُس نے ابتداء میں انکو خدمت طغرائی (فرمان نویسی) پہ مامور کیا۔ پھر خدمت مستوفی[2] پر (جو ہمارے زمانے کی صدر محاسبی و نظامت جمعبندی مشترکہ سمجھنی چاہیئے) ترقی دی۔ یہ امیرانہ زندگی بسر کرتے تھے اور لفظ امیر جو ان کے نام کا جزو ہے وہ خطابی ہے۔ اسی وجہ سے لطف علیخان آذر نے آتشکدہ میں ابن یمین کا ذکر سلاطین و امرا کے زمرہ میں کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ اگر صاحب آتشکدہ نے ابن یمین کے قطعات کا معائنہ بغور فرمایا ہوتا تو اُن کو معلوم ہو جاتا کہ ابن یمین کو امیری سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ انکے نام کے ساتھ لفظ "امیر" وہی نسبت رکھتا ہے جیسے کہ ہمارے زمانے میں بگڑے نوابوں کی مفلس اولاد کے ساتھ لفظ "نواب"۔

یمین الدین اپنے زمانہ کے بڑے فاضل تھے۔ اور شاعری میں بلند مرتبہ رکھتے تھے دولت شاہ نے ان کو ملک الفضلا لکھا ہے بعض سخن فہم فاضلوں نے یمین الدین کے کلام کو ابن یمین کے کلام پر ترجیح دی ہے لیکن بقول دولت شاہ یہ مبالغہ ہے۔ انھوں نے اپنی تمام عمر خواجہ علاء الدین محمد کی مداحی میں بسر کی۔ اُس زمانہ میں مشاعرہ کتبی کا رواج تھا اور شاعروں کے درمیان نظم میں تحریری سوال و جواب ہوا کرتے تھے چنانچہ امیر یمین الدین اور ان کے فرزند ابن یمین میں بھی اس قسم کے مشاعرے ہوتے رہتے تھے۔ بعض اوقات امیر ممدوح جس طرح میں خود کوئی نظم لکھتے اسی طرح میں ابن یمین سے لکھواتے۔ ایسے مشاعروں کی یادگار میں امیر یمین الدین کی یہ رباعی بہت مشہور ہے

دارم ز عتاب فلک بوقلموں … وز گردش روزگار خس پرور دوں
چشمے چو کنارۂ صراحی ہمہ اشک … جانے چو میانۂ پیالہ ہمہ خوں

اس کے جواب میں ابن یمین کہتے ہیں۔

دارم ز جفائے فلک آئینہ گوں … پر آہ دلے کہ سنگ ازو گردد خوں
روزے بہ ہزار غم بہ شب می آرم … تا خود فلک از پردہ چہ آرد بیروں

[1] ابوسعید بہادر خاں چنگیز خانی بادشاہوں میں بارہواں فرمانروائے ایران و توران ہے اس نے سنہ ۷۱۶ ہجری سے ۷۳۶ تک سلطنت کی اس کی وفات کے بعد طوائف الملوکی ہوگئی اور ہر صوبہ دار اپنے اپنے علاقہ کا خودمختار بادشاہ بن گیا ۱۲

[2] خواجہ علاء الدین محمد کا کسی قدر تفصیلی ذکر ابن یمین کے ممدوحین کے ضمن میں کیا گیا ہے ۱۲ [?]

لیکن ان تمام نظموں میں سے جو باپ بیٹے نے ایک دوسرے کے جواب میں لکھیں۔ اسوقت ایک قصیدہ کا اور پتہ چلتا ہے اور وہ ابن یمین کے کلیات میں موجود ہے۔ یہ اُس وقت فریومد سے جرجان[1] گئے ہوئے تھے۔ اور انکے والد فریومد میں تھے ابن یمین باپ کی جدائی میں لکھتے ہیں

یارب از من خبرے سوئے خراساں کہ برد — قصۂ دردِ دلِ من سوئے درماں کہ برد
گیرم احوالِ دلم باد رساند بر دوست — وصفِ شوقم برِ آں منبعِ احساں کہ برد
آنکہ از روحِ قدس دوش بہ خلوت پرسید — کز شرف آہ بہ سر ذروۂ کیواں کہ برد

ق

روحِ قدسی ز سرِ خبرت و دانش گفتش — آصفِ عہد یمین دولت است آں کہ برد
ایں ثنا عرض ہمی کردم و عقلم مگفت — شرم بادت پسرا۔ زیرہ بہ کرماں[2] کہ برد
بر دعا ختم کن اے ابنِ یمین بیش مگو — نطق با قل[3] بہ فصاحت بر سحباں[4] کہ برد

امیر یمین الدین کا اشتیاق ملاحظہ ہو۔

خبرے سوئے نگارم بہ خراساں کہ برد — قصۂ ذرہ بہ درگاہ خورِ آساں کہ برد
نبسوئے یوسفِ مصری کہ چو جان است عزیز — خبرِ سوختہ کورۂ کنعاں[5] کہ برد
سخن چشمۂ چشمم کہ ہرندے[6] است رواں — چو ہرندش بہ روانی سوئے جرجاں کہ برد
زانکہ در مرکزِ غم نقطہ صفت ماند سخن — بہ محیطے کہ بود منزلِ کیواں کہ برد
غمِ دلبندم و سودائے جگر گوشہ مرا — ہست جائیکہ دراں راہ با مکاں کہ برد
قرۃ العین یمن اے جاں جوانی محمود — صبر را روز جدائی ز تو فرماں کہ برد
جز من و جز تو بہ دستوری دستور[7] جہاں — گوئے فضل و خرد از اہل خراساں کہ برد

[1] جرجان ایران کے صوبہ استر آباد کا دارالحکومت تھا۔ یہ گرگان کا معرب ہے۔
[2] کرمان کا زیرہ مشہور ہے۔ زیرہ بکرمان بردن کے معنی بیفائدہ کام کرنا۔
[3] باقل عرب میں ایک شخص گذرا ہے جو حماقت اور عجز بیان میں ضرب المثل ہے۔
[4] سحبان فصاحت میں مشہور ہے۔
[5] کورۂ کنعاں۔ کنعان کا اندھا۔ مجازاً حضرت یعقوبؑ۔ یہاں امیر یمین الدین سے مراد ہے۔
[6] ہرند جرجان میں ایک ندی ہے۔
[7] خواجہ علاء الدین محمد وزیر خراسان۔

تذکرہ دولت شاہ میں امیر یمین الدین کا ایک اور قطعہ بھی تحریر ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے:-

بزرگوار خدایا بہ سوز سینۂ آنان	کہ علم و حکمت تو یافت در دل ایشان

یہ قطعہ ایک مناجاتیہ نظم ہے اور چونکہ غیر مانوس بحر میں ہے اسلئے قلم انداز کیا جاتا ہے امیر یمین الدین کی وفات بتاریخ ۲۴ جمادی الثانی ۷۲۴ھ[۱] روز شنبہ وقت شب بمقام فریومد ہوئی اور وہیں دفن ہوئے۔ ابن یمین نے قطعہ تاریخ وفات یہ لکھا ہے۔

سال بر هفت صد و بست و دو ز هجرت	شب شنبه ز جمادی دوم بست و چهار
کہ یمین دول و دین شہ اقلیم سخن	رفت زین منزل فانی بہ سوی دار قرار

ابن یمین کی ولادت و مولد و وطن

عموماً دوسرے مشاہیر کی طرح ابن یمین کا سال ولادت بھی بھی بہ آسانی معلوم نہیں ہو سکتا۔ دولت شاہ کے اس فقرہ سے "امیر یمین الدین بزرگار سلطان محمد خدابندہ املاک و اسباب خریدہ متوطن شد و مولد امیر محمود ابن یمین ہمیں فریومد بودہ" دھوکا ہوتا ہے کہ ابن یمین سلطان محمد خدابندہ کے زمانہ میں پیدا ہوئے ہیں۔ مگر ان کی عمر کے اعتبار سے یہ امر خلاف واقعہ ہے جیسا کہ اب ہم ثابت کریں گے۔

کسی شخص کی تاریخ ولادت معلوم کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ یہی ہو سکتا ہے کہ اس کی عمر اور اس سنہ وفات سے حساب لگایا جائے ابن یمین کا سنہ وفات ۷۶۹ھ ہے اور انکی عمر قطعہ ذیل سے کم از کم پچھتر سال ظاہر ہوتی ہے۔

مرا هفتاد و پنج از عمر بگذشت	ندیدم مردمی از هیچ انسان
نه از تحسین وزیری گشت خرم	نه از تحسین[۲] امیری شد هراسان
بگفتم هیچ یک شاه به کرات	نه تحسین یافتم زایشان نه احسان
نمیدانم که دارند این خباثت	همه آفاق یا اهل خراسان
هزاران تیز[۳] بر پیشینیان باد	اگر بودند ایشان هم بدینسان

[۱] دولت شاہ نے یمین الدین کی تاریخ وفات ۷۲۴ھ ہجری تحریر کی ہے جو ابن یمین کے قطعہ کے مقابلہ میں صحیح نہیں سمجھی جا سکتی

[۲] تحسین - ہجو۔ [۳] تیز - گوز

پس اگر سال وفات (۷۶۹) سے (۷۵) خارج کریں تو ۶۹۴ھ سنہ ولادت قرار پاتا ہے۔ لیکن اسکا ثبوت بھی کچھ نہیں ہے کہ پچھتر برس کے بعد وہ زندہ ہی نہ رہے بلکہ اسکے برخلاف بعض قطعات ان کے کلیات میں ایسے موجود ہیں جن سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ابن یمین نے پچھتر سال سے زائد عمر پائی مثلاً خواجہ نظام الدین یحییٰ (کسی امیر) کے قتل کے متعلق یہ قطعہ تاریخ وفات ہے۔

بہ سال ہفت صد و دو ز ہجرت نبوی	دہم ز ماہ محرم سہ شنبہ از ہفتہ
بہ یوز آقاج[1] نظام خجستہ پے یحییٰ	ز تیغ قہر اجل تا بحشر شد خفتہ

یہ واقعہ ۷۰۲ھ ہجری کا ہے۔ اگر ابن یمین کی ولادت ۶۹۴ھ کی مانیں تو قطعہ مذکور کے وقت ان کی عمر آٹھ سال تسلیم کرنی پڑیگی۔ حالانکہ ایک آٹھ برس کے بچے کا کسی پولٹیکل واقعہ کو ایسی خوبی کے ساتھ نظم کر دینا خلاف قیاس معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ خیال گزرتا ہے کہ اس قطعہ کی تحریر کے وقت ان کی عمر آٹھ سال سے زائد ہوگی۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ انکے والد نے اس واقعہ کو نظم کرا دیا ہو اور بہ قدر ضرورت انہیں خفیف اصلاح دیدی ہو۔ مگر اسکا کوئی ثبوت نہیں ہے ایک قطعہ اور ملاحظہ ہو۔ یہ ایک دستاویز ہے جو ابن یمین نے ۷۰۴ھ ہجری میں نظم میں تحریر کی ہے۔

کاتب ایں حروف ابن یمین	بر خط و قول خود گرفت گواہ
کہ بتاریخ بیستم ز رجب	تا بہ نوغاں[2] کہ باشد آں شش ماہ
دہ من ابریشم گزیدہ نیک	برساند بہ شیخ عبداللہ
بود تاریخ سال ہفصد و چار	کہ نوشت ایں حروف بے اکراہ

ابن یمین کی کل عمر اگر صرف (۷۵) سال مانی جائے تو اس دستاویز کی تکمیل کے وقت انکی عمر دس سال ماننی پڑیگی۔ مگر قطعہ کی بندش۔ مضمون کی پختگی۔ شرائط معاہدہ کا خوبی کے ساتھ مختصر الفاظ میں اندراج۔ باپ کی موجودگی میں ایک نابالغ کی جانب سے تکمیل دستاویز یہ سب امور ایسے ہیں جن پر شبہ کیا جاسکتا ہے کہ اس نظم کی تحریر اور معاہدہ کی تکمیل سب ان کے والد نے کی ہوگی اور نام ان کا ڈالدیا ہوگا جیسے آجکل بعض لوگ اپنے نابالغ بچوں کے نام سے بہت سے معاملات کرتے ہیں لیکن

[1] یوز آقاج ایک مقام کا نام ہے ۱۲

[2] نوغان ایک قسم کا پھول ہوتا ہے۔ یہاں گل نوغان پھولنے کے موسم سے مراد ہے ۱۲

یہ سب بدگمانی بلا دلیل ہے اور بجائے اسکے کہ شبہات مذکورہ رفع کرنے کے لئے ہم ابن یمین کی غیر معمولی ذہانت وذکاوت کا واسطہ دیں مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ دستاویز مذکور کی تحریر کے وقت اُنکی عمر دس سال ماننے کی جگہ پندرہ سولہ برس مان لیں یہ عمر ایسی ہے کہ ایک ذہین لڑکا اچھی سے اچھی نظم لکھ سکتا ہے اور شرعاً وقانوناً ہر قسم کا معاہدہ کر سکتا ہے۔ پس قرین قیاس ہے کہ ابن یمین بھی تحریر دستاویز کے وقت سنہ ۷۰۴ ہجری میں پندرہ سال کے ہونگے اس حساب سے اُن کی عمر کوئی اسی برس قرار پاتی ہے اور ان کا سال ولادت سنہ ۶۸۹ ہجری تجویز کیا جا سکتا ہے[1]۔ بالفاظ دیگر یوں کہہ سکتے ہیں کہ وہ قطعہ جس سے انکی عمر ۷۵ سال ظاہر ہوتی ہے اس کی تحریر کے بعد کوئی پانچ سال وہ اور زندہ رہے

تمام معتبر تذکرہ نویس قصبۂ **فریومد** واقع سبزوار کو ابن یمین کا مولد و وطن لکھتے ہیں اور خود ابن یمین نے قصائد وغیرہ میں **فریومد** کو اپنا وطن عزیز لکھا ہے چنانچہ وہ اپنی کلیات کا دیباچہ حمد و نعت کے بعد اسطرح شروع کرتے ہیں۔

"چنیں گوید محرر ایں مقالات و مقرر ایں کلمات العبد الواثق باللطف الصمدی محمود بن یمین المستوفی الفریومدی"

دولت شاہ کہتے ہیں کہ ابن یمین اسی قصبہ میں پیدا ہوئے تھے لیکن اسکے ساتھ ہی وہ یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ انکے والد سلطان محمد خدابندہ کے عہد میں خراسان آئے اور **فریومد** میں جائداد واملاک خرید کر متوطن ہوئے۔ لیکن یہ خلاف واقعہ ہے۔ سلطان محمد خدابندہ کا عہد حکومت سنہ ۷۰۳ ہجری سے ۷۱۶ ہجری تک رہا ہے اور ابن یمین کی عمر ۲۰ سال اور ان کا سنہ ولادت ۶۸۹ مشخص ہوتا ہے پس اگر ابن یمین فریومد میں پیدا ہوئے ہیں تو بجائے سلطان محمد خدابندہ کے عہد کے سلطان **ارغون خان**[2] کے زمانہ میں پیدا ہوئے ہونگے اور سلطان محمد خدابندہ کے عہد میں ان کے والد نے یہاں جائداد اور املاک خریدی ہوگی یا ابن یمین کا مولد کوئی اور مقام ہوگا اور وہ پندرہ سولہ برس کی عمر میں اپنے والد کے ہمراہ آکر **فریومد** میں سکونت پذیر ہوئے ہیں ابن یمین کے زمانہ میں یہ قصبہ بہت ہی بارونق و زرخیز شہر تھا۔ محلات۔ باغات۔ شفاخانے

---

[1] ملا رشید یاسمی نے اسی دستاویز کی تحریر کے وقت ابن یمین کی عمر ۲۰ سال تجویز کی ہے اور اسی حساب سے سنہ ولادت سنہ ۶۸۵ قرار دیا ہے۔ ۱۲

[2] سلطان ارغون خان سلسلہ چنگیز خانی میں چوتھا بادشاہ گزرا ہے جو سنہ ۶۸۳ ہجری سے سنہ ۶۹۰ ہجری تک فرمانروا رہا۔ ۱۲

مدرسے۔ کتب خانے وغیرہ سب سامان موجود تھے لیکن انہیں دنوں میں جنگ وجدال سے تباہ ہوگیا تھا اور اس بربادی کا اثر ابن یمین کی جائداد واملاک پر پہنچا تھا جسکا ذکر انھوں نے کئی قطعات میں کیا ہے۔ ایک قطعہ میں فریومد کی اہمیت وہ ان الفاظ میں ظاہر فرماتے ہیں۔

فریومد آں مقام کزیں پیش خسرواں
مصرے چو خلد جامع اہل صفا ولیک
ہر یک بداں مشابہ کہ با مادرش پدر
زیں پیش دمے بیرار بکام دل اندر و

بودند باہم از پئے آں در مطاعنہ
بودے۔ عزیز او شدہ مشتے فراعنہ
کردے برائے صحت اصلش ملاعنہ
وارستہ از خباثتِ مشتے ملاعنہ

طفلی وجوانی

چونکہ ابن یمین کا بہت سا کلام ضائع ہوگیا اس وجہ سے اُنکے لڑکپن اور جوانی کے حالات تاریکی میں ہیں۔ البتہ اُن کے بعض تاریخی قطعات اور کتبی شاعروں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اُنکی تعلیم وتربیت اعلیٰ پیمانے پر ہوئی تھی۔ بچپن سے وہ بڑے بڑے قابل اشخاص کے پاس نشست وبرخاست رکھتے تھے اور ان سے فیضان حاصل کرتے تھے جیسا کہ وہ کلیات کے دیباچے میں فرماتے ہیں۔

"ایں ضعیف را از عنفوان صبا[1] الی یومنا خاطر بمجالست ارباب ذخائر[2] فضائل ومصاحبت اصحاب احاسن[3]"
"شمائل می بود از انہار بحار فوائد واشعۂ انوار عوائد[4] ایثار اعتراف واقتباسے می نمود ومحرص[5] ایں طریقہ"
"ومبتین[6] ایں حقیقت درست می یافت"

اسکے بعد وہ اپنی طبیعت کی ہمہ گیری اور شوق اکتساب علم وفضل کے متعلق فرماتے ہیں۔

"باز بلند پرواز ہمتم بصید مرغ فضائل کشش می نمود وطوطی روح بہ شکر الفاظ اصحاب معانی مائل می بود"
"وبامید آنکہ خرمن دار فضائل شوم یک چند از در کشت زار ارباب فطنت خوشہ چیدم و بہ طمع آنکہ عنان"
"سعادت بکف آرم مدتے در رکاب اصحاب دولت غاشیہ کشیدم و در طلب مقصود دویدم تا مفتح الابواب"
"ومسبب الاسباب بلطف شامل وعنایت کامل ہدایتی بخشید وآنچہ از خدائے خواستہ بودم بمن رسید۔ بنظر بصیر"
"در عواقب امور معانی بشرط التقدیم نمودہ آمد ونقد اصحاب فضائل بر محک امتحان آزمودہ"

---

[1] صبا۔ لڑکپن ۱۲
[2] ذخائر۔ ذخیرہ کی جمع ۱۲
[3] احاسن۔ خوبیاں ۱۲
[4] عوائد۔ فوائد ۱۲
[5] محرص۔ حریص ۱۲
[6] مبتین۔ بیان کیفیت ۱۲

"بہر صفت کہ بداں متصف شود انساں — ستودہ تر صفتے از سخن بمن نرسید"

"زہر چہ طوطی جاں را ازاں غذا دادند — یکے بہ شکر جاں پرور سخن نرسید"

چنانچہ اس تعلیم و تربیت اور اس شوق ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ بارہ تیرہ برس کی عمر میں وہ سیاسی واقعات اہم ملکی معاملات اور انقلابی مسائل سے دلچسپی رکھتے تھے اور اپنے والد یمین الدین جیسے فاضل کے مقابلہ میں ہم طرح نظمیں لکھا کرتے تھے ۔ یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ان کے والد زمانہ طفولیت ہی میں انکو اپنے ہمراہ خواجہ علاء الدین محمد کے دربار میں لیجایا کرتے تھے اور یہ اسکی مدح میں قصائد پڑھا کرتے تھے ۔ کبھی کبھی خواجہ بھی کسی خاص بحر یا زمین میں شعر کہنے کی ان سے فرمائش کیا کرتا تھا ان کے کلام سے ظاہر ہے کہ وہ معقول و منقول ۔ فقہ و حدیث وغیرہ ضروری علوم میں دستگاہ رکھتے تھے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ پندرہ سولہ برس کی عمر میں زمینداری کے کاروبار انجام دینے لگے تھے جسکی وجہ غالباً یہ ہو کہ انکے والد کو سرکاری ملازمت اور امیروں کی درباداری سے فرصت نہ ملتی ہوگی باغ و دیہات وغیرہ کا انتظام انکے سپرد کر دیا ہوگا ۔

ابن یمین کی غیر معمولی قابلیت کا سکہ ان کے والد کی زندگی ہی میں لوگوں کے دلوں پر جم چکا تھا اور اپنے والد کی وفات سے قبل ہی کوئی تیس بتیس سال کی عمر میں انکی کافی شہرت ہو چکی تھی ۔ جو اشعار انھوں نے اپنے والد کے جواب میں لکھے تھے وہ ملک میں مشہور ہو چکے تھے ۔ بہت سے اہل سخن باپ بیٹوں کے کلام پر محاکمہ کیا کرتے تھے اور ابن یمین کو یمین الدین پر ترجیح دیتے تھے اور ابن یمین کے مداحوں کا بڑا گروہ موجود تھا جو اس قسم کی تعلی میں ان کا ہمنوا تھا ۔

منم ابن یمین کہ نتواں کرد	جز بمن انتساب شعر مرا	
در میان سخنوراں باشد	فضل فصل الخطاب شعر مرا	تھے

امیر یمین الدین کے ایک شعر سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ باوا بیٹے اپنے زمانے میں یکتا فرماتے ہیں ۔

جز من و جز تو بدستور کسی دستور نہا	گوئے فضل و خرد از اہل خراساں کہ برد

ملازمت و معاش

ابن یمین لڑکپن سے کوئی چھتیس برس کی عمر تک زمینداری و زراعت میں مصروف رہے اور اسکے ساتھ ساتھ اپنے خاندانی سرپرست خواجہ علاء الدین محمد

کی خدمت میں بھی بامید انعام واکرام جاتے اور مدحیہ قصائد پیش کرتے رہے۔ لیکن ۷۲۲ھ میں جب انکے والد کا انتقال ہوگیا تو خواجہ علاءالدین نے جو ان کی قابلیت سے خوب واقف تھا بلحاظ لیاقت واستحقاق انکے والد کی جگہ خدمت مستوفی پر انکو مامور کردیا۔ مُلا رشید یاسمی جنہوں نے ابن یمین کی عمر کا اندازہ ہم سے پانچ سال زائد کیا ہے۔ وقتِ ملازمت اِنکی عمر (۲۷) سال لکھتے ہیں دوران ملازمت میں اِنکے ذرائع معاش زراعت۔ ملازمت۔ مدح گوئی تھے۔ کچھ دن بعد جس کی مدت واقعات کی بنا پر سات آٹھ سال قرار دیجاسکتی ہے انھوں نے حاسدوں کی لگائی بجھائی کی وجہ سے خود استعفا دیدیا جیسا کہ اس شعر سے ظاہر ہے۔

درباب من زروئے حسد یک دو ناشناس	دمہا زدند و کورۂ تلبیس[۱] تافتند	

دیباچہ دیوان میں بھی ترک ملازمت کی وجہ کچھ اسی قسم کے اسباب تحریر فرمائے ہیں اور اس غلامی سے آزاد ہوکر خدا کا شکر ادا کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

"مدتے درامور دیوانی مداخلت کردم وبا اکابر واماثل طریق منافست[۲] ومناقشت کشودہ بدایت[۳] آنرا طائلہ[۴] وغایت آنرا بے غائلہ[۵] ندیدم۔ عاقبۃ الامر درخاطر ازاں ملالتے ودرطبع کلالے[۶] پیدا آمد۔ مصرعہ"

"پشتِ پائے زدیم دوارستیم"

"تا جرم زبان درگلشنِ بیان بدیں بیت مترنم گشت۔ صد شکر وصد سپاس کز اشغال روزگار۔"

"داد ایزدم فراغت ونیکو فراغتے"

ابن یمین جیسے پابند اخلاق ونیک نفس بزرگ کی نسبت یہ بدگمانی نہیں کیجاسکتی کہ انکی ملازمت کسی بے عنوانی کے سبب سے گئی ہوگی۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ اس دلیری وسرخروئی کے ساتھ خواجہ علاءالدین کے پاس یہ پیغام نہ بھیجتے۔

نسیم بادِ صبا جز تو کیست کز برمن	بہ نزد خواجہ رسالت گزار خواہد بود	

[۱] کورہ۔ لوہار ونکی بھٹی۔ کورۂ تلبیس تافتند۔ فریب کی بھٹی سلگائی ۱۲
[۲] منافست۔ مخالفت، حسد ۱۲
[۳] بدایت۔ ابتدا۔ ۱۲
[۴] طائلہ۔ مفید۔ ۱۲
[۵] غائلہ۔ آفت۔ ۱۲
[۶] کلال۔ رنج ۱۲

بگو بدیش کہ گرم کار بر قرار نماند	کدام کار کہ آں برقرار خواہد بود
مرا کہ فخر نبود است تا کنوں بہ عمل	قیاس کن کہ زعزلم چہ عار خواہد بود
یجے کہ ہیچ نہ کردہ است در زمان عمل	کہ وقت عزلت ازاں شرمسار خواہد بود

ترکِ ملازمت کے بعد ابن یمین اپنے مزرعہ کے گوشے میں بیٹھ گئے اور عارفانہ وشاعرانہ زندگی شروع کی۔ اگرچہ بادشاہوں کے درباروں میں وہ اب بھی آیا جایا کرتے تھے مگر ملازمت نہ کی اور اہل پیشہ و مہنت وشاعری قرار دیا۔ اپنا دل سمجھانے کے لئے ایک جگہ ملازمت کی برائی میں فرماتے ہیں۔

ابن یمین گرت بہ عمل میل خاطر است	اوّل بداں کہ آخر آں جز نہیب نیست
چوں عزل مرد ہست بسان طلاقِ زن	خرم کسے کہ قاضی و شیخ و خطیب نیست

کبھی اپنے تئیں ملازمت کے ناقابل بھی بتاتے ہیں۔

حدیث من ز مفاعیل و فاعلات بود	من از کجا سخن سرِّ مملکت ز کجا

البتہ ایک مرتبہ خواجہ علی بن شمس الدین سربدار فرمانروا سے جسکا ذکر آگے آئیگا انھوں کچھ استدعا کی تھی معلوم نہیں ہوتا کہ خدمت دیوانی کی درخواست ہے یا علاقہ دیوانی سے کوئی وظیفہ جاری کرنے کے لئے خواہش کی ہے۔ فرماتے ہیں۔

مرا تو انچہ بہ تشریف دادۂ۔ ہمہ عمر	زبہر فخر بر ابنائے روزگار بس است
ولیک طوطیٔ طبعم کہ طائر ملکوت	بہ جنب او چو بہ نزد ہمائے خرمگس است
ازانکہ بال و پرے نیستش مناسب حال	فتادہ اکثر اوقات اندریں قفس است
بہ بخش بال و پرے از منال دیوانی	کہ در ہوائے تو پرواز کردنش ہوس است
کنوں کہ دسترسے ہست دستگیرش باش	مدہ زدست مرا این وقت را کہ دسترس است

نظام الدین یحیےٰ کرابی سربدار کے زمانہ میں بھی جب انکو بے معاشی نے تنگ کیا۔ قرضہ بڑھگیا اور پہننے کو کپڑے نہ رہے تو اُس کے وزیر جلال الدین کے توسط سے یہ گزارش کی تھی۔

بہ درگاہ جلال دولت و دیں	کہ ہست ابن یمینش بندہ از جاں
دو سہ فصل از مہمات ضروری	کنم معروض اگر داری سرِ آں
بداں امید کاندر وقتِ فرصت	کند معلوم رائے شاہ ایراں

نظام ملک و ملت شاہ یحییٰ	کہ باد از شرق تا غربش بفرمان
نخستیں آنکہ بے وجہ معاشم	وزیں دارم دلے دایم پریشان
امیدم ہست کز انعام خسرو	کفافے گرددم مجری ز دیوان
دوم بر دل ز قرضم ہست دردے	کہ غیر از لطف شاہنشہ نیست درمان
خلاصم گر دہد لطفش ازیں درد	کمال شہریاری را چہ نقصان
سوم تشریف سرتا پائے دارم	امید از جود شاہنشاہ یکسان
اگر شاہم دہد خلعت چہ باشد	محمد داد ہم خلعت بہ حسان

معلوم ہوتا ہے کہ اس درخواست پر نظام الدین یحییٰ نے انکی کچھ تنخواہ مقرر کردی تھی مگر غالباً وہ ناکافی تھی اس لئے ترقی کے واسطے یہ معروضہ کرنا پڑا۔

مرا کہ وجہ امور معاش منتظم است	ولے زبان سعادت ہمی کند تلقین
کہ آرزوے دل از بندگی شاہ بخواہ	کہ گرچہ حال تو نیک است ہم کند بہ ازیں

اگرچہ ابن یمین ملازمت و مداحی وغیرہ کے تجربات سے بھی پوری طرح واقف تھے مگر جس چیز کو انھوں نے دل سے پسند کیا ہے وہ زراعت ہے اسوجہ سے عموماً تذکرہ نویسوں نے انکی ملازمت وغیرہ وغیرہ کا کچھہ ذکر نہ کرکے صرف اسقدر لکھہ دیا ہے کہ زراعت سے زندگی بسر کرتے تھے حقیقت یہ ہے کہ ابن یمین اپنے والد کی زندگی ہی میں زراعت کی طرف متوجہ تھے جیسا کہ ہم اوپر لکھہ چکے ہیں والد کے انتقال اور ملازمت چھوڑ دینے کے بعد اگرچہ امیروں کی مداحی بھی انکا پیشہ ہوگیا تھا تاہم جب کبھی ان کو موقع ملتا وہ اپنے مزرعہ میں جو ان کے والد نے میراث میں چھوڑا تھا زراعت کر لیا کرتے تھے۔ اگرچہ بصراحت یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کس کس چیز کی زراعت وہ کرتے تھے مگر اتنا معلوم ہوتا ہے کہ انکے مزرعہ میں ریشم کی کاشت بھی ہوتی تھی اور اس کثرت سے کہ چھہ مہینے میں دس دس سیر عمدہ ریشم تیار ہو جاتا تہا وہ زراعت کو مذہبی نقطہ نظر سے دیکھتے تھے اور اسکو نتیجہ یاداش عمل کیفر کردار کا سمجھتے قطعات میں جابجا انھوں نے اس پیشہ کی تعریف کی ہے اور دنیوی لحاظ سے وہ اس کو بڑا فائدہ کا کام جانتے تھے چنانچہ شاعری پر بھی جو ان کا مرغوب پیشہ تھا دہقنت کو ترجیح دیتے تھے مثلاً ایک جگہ فرماتے ہیں۔

مرا لقمۂ ناں کہ اندر خور است — پدید آورم از رہِ دہقنت
بہ نزدیک دو ناں نخواہم نمود — ز بہر دو ناں بعد ازیں مسکنت
من و طاعت و گوشۂ عافیت — نہے پادشاہی زہے سلطنت

ابتداء میں ابن یمین کو زراعت میں یا واللہ اعلم ملازمت وغیرہ سب میں ملا کر بہت فائدہ ہوا اور کھیت، باغ، مکان، سب کچھ سامان آسایش موجود ہوگیا۔ اچھی طرح عیش سے زندگی گزارتے تھے۔ اس کے بعد کچھ ایسی ہوا چلی کہ وہ کھیت، باغ، مکان سب چیزیں ہاتھ سے نکل گئیں اس بربادی کی وجہ اگرچہ کوئی خاص نہیں قرار دیجا سکتی مگر خانگی تنازعات، افلاس، آمدنی کی قلت، اخراجات کی بیشی۔ فیاضی و مہمان نوازی ملک کی بدامنی یہ سب اسباب یا ان میں سے کوئی سبب ایسا ہوا کہ وہ مفلس و قلاش ہوگئے اسکا ذکر مختلف قطعات میں انھوں نے کیا ہے ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

پیشتر زیں روزگارے داشتم الحق چنانکہ — بود حال و بالم از وے بارفاہ و بافراغ
از پئے عشرت بباغ اندر مزارع داشتم — وز برائے عیش بودم کاخہا در صحن باغ
بود چوں بار سفیدم پیش ازیں کہ ہست سفید — در سیہ پیکر پلاسی می روم اکنوں چو زاغ
پیش ازیں بارستمے در روز شمع افروختن — ایں زماں شب می نیارم کرد روغن چراغ
بر مثال اسپ دزدیدہ کہ نعوالش شناختے — روزگارم ہر زماں داغے نہد بالائے داغ

ناظرین غور فرمائیں کہ یہ قدر ناشناس زمانہ کیسے کیسے بزرگوں اور باکمالوں کو کیا کیا پریشان کرتا ہے کبھی ابن یمین کو بھوکا سلاتا ہے اور کبھی سعدی کو ننگے پاؤں پھراتا ہے جس طرح عموماً مفلس شریف آدمیوں کو اپنی گزشتہ وقعت کے خیال سے ظاہری حالت درست رکھنی پڑتی ہے اسی طرح ابن یمین بھی مجبور تھے کہ گھر میں چاہے بھوکے رہیں مگر بازار میں ڈکاریں۔

پیشتر زیں کہ رند وش بودم — کار من داشتے ہزار فروغ
ویں زماں کز برائے مصلحتے — دم زہدی ہمی زنم بہ دروغ
حالم از فقر و فاقہ است چنانکہ — نرسد ناں بہ ترہ[1] ترہ بہ دوغ[2]
وز برائے رعایت ناموس — می کشم بر گرسنگی آروغ

[1] ترہ - ترکاری - سبزی ۱۲
[2] دوغ - چھاچھ (پتلا دہی) ۱۲

بدقسمتی سے ابن یمین کو امراء و سلاطین بھی ایسے ملے تھے کہ کمبخت کبھی ان کو معاش کی طرف سے مطمئن نہیں رکھتے تھے اور ان کو مجبوراً یہ کہنا پڑتا تھا۔

یا رب چہ موجب است کہ روزے نگفت شاہ
کابن یمین بیدل شیدا چہ می خورد

چوں ہرچہ داشت رفت بتاراج حادثات
وز ما نیافت ہیچ پس آیا چہ می خورد

باشد ملازم در ما ہمچو آستاں
جز خاک ایں جناب معلی چہ می خورد

دانم کہ نوکرے دو سہ دارد کشیش ہست
ور نیز نیست ایں ہمہ۔ تنہا چہ می خورد

چوں خود نداشت ثروت و از ما نیافت ہیچ
دانم کہ بے نوا بود اما چہ می خورد

باوجود ان تمام تکالیف اور بے بضاعتی کے وہ خدا کا بندہ اکثر عسرت و فاقہ پہ خدا کا شکر کرتا رہا ہے جائداد و املاک فروخت ہو جانے پر ابن یمین نے مداحی و شاعری مستقل پیشہ اختیار کر لیا تھا اس زمانہ کی حالت بھی ایسی تھی کہ ملازم۔ تاجر۔ یا دہقان کوئی بھی آرام سے زندگی بسر نہیں کر سکتا تھا اور بجز اس کے کہ اُس زمانہ کے امیروں یا بادشاہوں سے جو ایک قسم کے قزاق تھے وابستہ نہ ہو جائے کوئی سبیل حصول معاش و حفظ آبرو کی نہ تھی۔ ابن یمین کے کلام سے ظاہر ہے کہ انکی تقریباً تمام عمر تکلیف میں گزری۔ ہم کو حیرت ہے کہ حاجی لطف علیخاں آذر نے آتشکدے میں ابن یمین کا ذکر امراء و سلاطین کے زمرے میں کیا ہے۔ اگر حاجی صاحب موصوف نے قطعات ابن یمین بغور ملاحظہ فرمائے ہوتے تو یہ غلطی نہ ہوتی۔ شاذ و نادر ہی ایسے موقعے ہوئے ہیں جبکہ ابن یمین مطمئن نظر آتے ہیں۔ خدا معلوم کس وقت انھوں نے یہ فرمایا تھا۔

غزل از روئے ہوس بود و قصائد ز طمع
نہ طمع ماند کنوں در دل تنگم نہ ہوس

زیں سپس اے ابن یمین دام طمع باز مکن
عنکبوتے چو تو لایق نبود بہر مگس

صحت و وجہ معاش و ہمہ اسباب بکام
ناسپاسی مکن انصاف بدہ اینت بس

امراء و سلاطین سے ابن یمین کا تعلق

ابن یمین کچھ تو بلحاظ اعزاز خاندانی کچھ اپنی خدمت کے اعتبار سے اور سب سے بڑھکر اس خیال سے کہ اس پرآشوب زمانہ میں جب تک کوئی دنیادار کسی امیر۔ حاکم یا بادشاہ کے زیر حفاظت نہ ہو جاتا اُسکی جان و مال و آبرو ہمیشہ خطرہ میں رہا کرتی تھی وہ مدت العمر امراء و سلاطین کے مداح و وابستہ دامن رہے

تذکرہ نویسوں کو اس بارہ میں اختلاف رہا ہے کہ اُنکے ممدوح کون ہیں۔ دولت شاہ لکھتے ہیں کہ وہ سربداروں[1] کے مداح تھے صاحب مجمع الفصحا ان کی مداحی صرف طغا تیمور خان والی مازندران وگرگان تک محدود کرتے ہیں۔ پروفیسر ایڈورڈ براؤن صاحب مؤلف تاریخ ادبیات ایران کو جن کا ماخذ تذکرہ مجمل فصیحی ہے اس امر میں شک ہے کہ وہ سربداروں کے مداح تھے یا نہ تھے۔ یہ سب اختلافات عدم دستیابی کلیات ابن یمین کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں کلیات سے ظاہر ہے کہ ابن یمین نے کوئی (۶۵) اشخاص کی مدح میں قصائد و قطعات لکھے ہیں مگر جن لوگوں سے خصوصیت کیساتھ انکا تعلق رہا ہے ہم مختصراً انہیں کا یہاں ذکر کرتے ہیں۔

خواجہ علاء الدین محمد

ابن یمین کا سب سے پہلا ممدوح خواجہ علاء الدین محمد ہے۔ یہ سلطان ابو سعید بہادر خان کے زمانہ میں وزیر خراسان تھا اور اس سے قبل بھی بڑے بڑے عہدوں پر رہ چکا تھا قصبہ فریومد کو اس نے بارونق شہر بنایا تھا ابن یمین بچپن میں ہی اپنے والد کے ساتھ خواجہ کے پاس جایا آیا کرتے تھے اور مدحیہ قطعے لکھ لکھ کر بامید صلہ و انعام پیش کیا کرتے تھے۔ بعض اوقات خواجہ بھی کوئی مصرع طرح دیکر ان سے قصیدہ لکھنے کی فرمایش کرتا تھا ابن یمین خواجہ پر بہت ناز کرتے تھے اول وہ کوئی قصیدہ لکھتے جب صلہ نہ ملتا تو تقاضا شروع کرتے۔ خواجہ علاء الدین اگرچہ بہت شعر دوست تھا مگر ہر وقت انہی کی طرف متوجہ نہیں رہ سکتا تھا۔ انتظام مملکت کے لئے اس کو اچھے بُرے ہر قسم کے آدمیوں سے ملنا ضرور ہوتا تھا۔ یہ باتیں ابن یمین کو ناگوار گزرتی تھیں اور خواجہ پر فقرے کستے تھے کہ جیسے خود ہیں ویسے ہی لوگوں سے ملتے ہیں۔

---

[1] سربدار کے معنی سولی پر سر رکھنے والا۔ یہ سرکف لوگوں کی ایک جماعت تھی جو عزت پر جان قربان کرتے تھے سنہ ۷۳۶ ہجری میں جب سلسلۂ چنگیز خان کے آخری تاجدار سلطان ابو سعید بہادر خان کی وفات پر ایران میں بدامنی پھیلی اسوقت سربداروں کا ظہور ہوا ان کی ابتدا اسطرح ہوئی کہ خواجہ علاء الدین محمد وزیر خراسان کے تحصیلداروں نے قصبہ باشتین واقع سبزوار میں زر مالگزاری وصول کرتے وقت وہاں والوں سے شراب و شاہد کی فرمایش کی۔ اس پر دو شریف زادوں کو غصہ آیا اور انہوں نے یہ کہکر کہ "ما سربداریم تحمل این فضیحت نتوانیم کرد" تحصیلدار کا سر اڑا دیا۔ ۱۲ تاریخ روضۃ الصفا

حبیب السیر، مطلع السعدین وغیرہ میں کم و بیش تغیر کے ساتھ سربداروں کی وجہ تسمیہ یہی الفاظ "سربدار" جو ان کی زبان سے نکلے بیان کیگئی ہے غرضکہ وزیر موصوف شاہان کی سرکوبی کے لئے کچھ جمعیت لیکر چڑھائی کی ادھر قصبہ باشتین والے عبد الرزاق بہادر ایک بہادر شخص کی ماتحتی میں مقابلہ پر آئے۔ آخر سربداروں کو فتح ہوئی خواجہ مازندران کی طرف بھاگ گیا اور [illegible] تمام خراسان پر ہو گیا سربداروں کے سلسلہ میں کل بارہ تیرہ بادشاہ گزرے ہیں اور کل پچاس برس یعنے سنہ ۷۳۶ ہجری سے سنہ ۷۸۶ ہجری تک ان کی سلطنت رہی مگر تمام آس پاس کے مالک کو انہوں نے ہلا مارا تھا ۱۲

سرا کا بر عالم علاء دولت و دیں — توئی کہ رائے تو بر آفتاب طعنہ زن است
جہانیاں ہمہ را بود اعتقاد چناں — کہ خواجہ منبع رائیست[1] و مجمع فطن[2] است
گماں برند کہ جنسیتے است علتِ ضم — ازاں کہ جنس طلبگار جنس خویشتن است

خواجہ فطرتاً بخیل واقع ہوا تھا جب معمولی طعن و تشنیع سے نہ پسیجا تو ابن یمین یہ آوازہ کستے

مرا از خواجہ نفع امروز باید — وگرنہ روشن است اہلِ خرد را
کہ فردا چوں بہ محشر جمع گردند — زمن حاجت بود بیروں خواجہ صدرا

کبھی کبھی اس سے بڑھکر تنبیہ کی ضرورت پڑتی تھی چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

بر آستان چو اوئے اقامت چو منے — برائے منصب و مال است نز برائے خدا[3]
کہ ہجو نیز تواں گفت ہیچ مشکل نیست — بداں زباں کہ بود خواجہ را مدیح سرا

کبھی روٹھ کر ابن یمین اپنے گھر بیٹھ رہتے۔ خواجہ کے پاس جانا چھوڑ دیتے۔ وہ ان کو بلواتا آخر پھر ایک کے ایک ہو جاتے اور پھر وہی قصیدے اور وہی مدح شروع ہو جاتی۔

در حیرتم ز ہندوئے زلفت کہ در سرش — در عہد عدل صاحب اعظم تطاول است
دستور دیں پناہ محمد کہ روزِ رزم — گوئی مگر علی است کہ بر پشت دلدل است

خواجہ علاء الدین نے فریومد میں ایک باغ بنوایا تھا اسکی تعریف میں فرماتے ہیں۔

دلا گر میل آں داری کہ خلد جاوداں بینی — وگر باغ ارم خواہی کہ در عالم عیاں بینی
نظر بہرِ تماشا را بریں عالی سرا افگن — کہ تا از غایت نزہت ہم ایں بینی ہم آں بینی

خواجہ نے قصبۂ فریومد میں ایک شفاخانہ بھی تعمیر کرایا تھا جسکے مہتمم حلیم الدین نامی کوئی طبیب تھے۔ اسمیں عجیب بات یہ تھی کہ جیسے آجکل شفاخانوں میں نرسیں (تیماردار عورتیں) مریضوں کی خدمت کے لئے رکھی جاتی ہیں اس شفاخانے میں بھی عورتیں مامور کیگئی تھیں۔ ابن یمین فرماتے ہیں

حبذا آرام گاہے خوش ترا ز دار نعیم — وز پری رویاں صدف کردار پر در یتیم
چوں ز دار امراض با صحت مبدل میشود — نیست جز دار الشفائے کردہ بنیادش حکیم

[1] رائے۔ فہم۔ فراست ۱۲
[2] فطن۔ عقل و دانش ۱۲
[3] نہ از برائے خدا۔

جب سلطان ابوسعید بہادر خان نے کسی نا معلوم سبب پر خواجہ کا تبادلہ خراسان سے شیراز وکرمان کی جانب کردیا تو اس زمانے میں ابن یمین پر بھی مصیبت کا سامنا رہا اسکا پتہ نہیں لگتا کہ اسوقت انکا کیا شغل رہا مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے قدیم ولی نعمت کو یاد کرکے ٹھنڈی سانسیں بھرا کرتے تھے اور خواجہ کے دشمنوں کی بربادی کی دعا کیا کرتے تھے آخر سنہ ۷۳۰ ہجری میں انکی آرزو پوری ہوئی خواجہ پھر خراسان میں واپس آگیا اور انھوں نے یہ تہنیت پیش کی۔

امروز در زمانہ دلم شاد و خرم است	وین خرمی ز مقدم دستور اعظم است

اسکے بعد خواجہ کوئی چھ سات برس تک خراسان میں مستقل وزیر رہا ۷۳۷ ہجری میں جب سربداروں کا زور ہوا اور عبدالرزاق[1] سربدار کے مقابلہ میں خواجہ کو شکست ہوئی تو وہ یہاں سے بھاگ کر طغا تیمور خان کے پاس گرگان کی طرف چلا گیا اور خواجہ کے محلات و باغات سربداروں نے لوٹ لئے ابن یمین نے اس سانحہ پر ان الفاظ میں آنسو بہائے ہیں۔

زہے وفائی گیتی اگر نئی آگاہ	بقصر خواجہ نگہ کن کہ اندر و پیداست
درین سرا و درین صفہ و درین ایوان	بسے نشست امیر و اسیر از و برخاست

سفر مازندران میں ابن یمین بھی خواجہ کے ساتھ تھے اور انکے گھربار کا بھی غالباً سربداروں نے وہی حشر کیا جو خواجہ کے محلات کا ہوا تھا۔ ابن یمین پانچ سال تک طغا تیمور خان کے پاس خواجہ کے ساتھ مقیم رہے اسوقت بھی انکی خواجہ سے دوستانہ شکایتیں چلی جاتی تھیں چنانچہ فرماتے ہیں

ای باد صبحدم گذرے کن ز روی لطف	بہر من شکستہ محزون و ممتحن
سوئے جناب آصف ثانی نگاہ کن	کز راہ رتبہ اوست سلیمان این زمن
کای مفتی شرایع احساں روا بود	کاین ہمیں کہ بہر تو بہرید از وطن
کشتی بہ خشک راند و خدام آنجناب	غرق بحار جود تو یکسر ز مرد و زن

[1] عبدالرزاق پہلوان قصبہ باشتین ضلع سبزوار کا رہنے والا ایک منچلا شخص تھا۔ سلطان ابوسعید محمد بہادر خاں کے عہد میں تحصیلدار بھی رہ چکا تھا۔ سربداروں نے اسکی ماتحتی میں علاء الدین پر فتح حاصل کرکے اس کو اپنا بادشاہ بنایا اسکی سلطنت ایکسال دو ماہ رہی۔ سربداروں کا یہ پہلا فرمانروا تھا اور چونکہ نہایت فاسق و فاجر تھا اس وجہ سے اسکے چھوٹے بھائی وجیہ الدین مسعود نے ۷۳۸ ہجری میں اس کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا ۱۲

ابن یمین خواجہ کی خدمت میں ابتدا سے کوئی ۳۰ سال تک رہے۔ خواجہ کی وفات ۷۴۲ھ میں علاقہ مازندران میں ہوئی اور ابن یمین نے تاریخ وفات لکھکر اسکی آخری خدمت انجام دی۔

طغا تیمور خان

خواجہ علاء الدین کی وفات کے بعد ابن یمین کچھ دن تک بدستور طغا تیمور خان کے دربار میں رہے۔ سلطان ابوسعید محمد بہادر خان کی وفات کے بعد اسکے مختلف صوبہ دار مختلف ممالک میں خودمختار بادشاہ بن بیٹھے تھے۔ چنانچہ مازندران و گرگان میں طغا تیمور خان نے سلطنت کا اعلان کر دیا تھا۔ یہ خواجہ علاء الدین کا بہت ادب کیا کرتا تھا اور انکے مشورے پر کاربند ہوتا تھا۔ خواجہ کی خاطر سے وہ ابن یمین کی بھی عزت کرتا تھا ورنہ وہ دراصل ایک بے پڑھا سپاہی تھا۔ اور اسکو شعر و سخن کا مذاق نہ تھا۔ ابن یمین کو چونکہ اسوقت کوئی اور ٹھکانہ بھی نہیں رہا تھا اسلئے انھوں نے اپنی سب توقعات اسی سے وابستہ کر دی تھیں اور اسکی مدح میں بہت سے قصائد لکھے مثلاً عراق کی کسی مہم سے واپسی پر فرماتے ہیں:

اے دل بیار مژدہ کہ شاہ جہاں رسید	فرماں دہ ملوک زمین و زماں رسید
دارائے دیں طغائے تمر خاں کہ ملک را	چوں او رسید در تن آزردہ جاں رسید
بودیم در کشاکش احداث روزگار	شہ آمد و بشارت امن و اماں رسید

خواجہ کی خاطر سے طغا تیمور خان نے کچھ دن ابن یمین کو نباہا۔ پھر بے توجہی شروع کر دی یعنی کہ افلاس کی نوبت پہنچی اور ابن یمین اپنا گھوڑا تک بیچ کر کھا گئے۔ بادشاہ نے ایک گھوڑا عنایت کیا مگر اسکے دانے گھاس کا انتظام سرکار سے نہ ہوا۔ اب مشکل تھی نہ اسے بیچ سکتے تھے نہ باندھ سکتے تھے مجبوراً عرض کیا۔

شہریار جہاں طغا تیمور	اے چو حاتم بہ مکرمت شدہ فاش
بندہ را بود بستہ بر آخور[1]	لاشہ[2] اسپ مناسب او باش
چند روز است تا فروختہ ام	کردہ وجہ معاش خود ز بہاش
شاہ ازاں پس بہ بندہ اسپے داد	چست و رہوار و چابک و جماش[3]

[1] آخور - طویلہ ۱۲
[2] لاشہ - مریل ۱۲
[3] جماش - چالاک ۱۲

خسروا چوں برائے اسپ نماند مرکب شہریار ہم نہ تواں	زرہ بمقدار دانۂ خشخاش بہر خرجی خود فروخت بہ لاش[1]

جب یہ تیر بھی خطا کر گیا تو بادشاہ کی خدمت میں مفلسی کا رونا رونے کے لئے یہ قطعہ لکھا۔

کجاست حضرت شاہ جہاں طغا تیمور کند شکایت ایام یک بیک معروض	کہ یابد ابن یمین ساعتے مگر تنہاش بر آستانۂ آن زرفشاں و گوہر پاش

جب افلاس نے زیادہ تنگ کیا اور طغا تیمور خاں کے لوگوں نے کان بھرے ابن یمین صرف تمہارا ہی مداح نہیں ہے بلکہ دوسروں کا بھی خیر منا تا ہے۔ قصہ مختصر کچھ یہ بددل ہوئے اور کچھ وہ بے پروا ہوا۔ مصیبت کے وقت گھر یاد آیا۔ اُس زمانے میں سربداروں کو عروج اور طغا تیمور خاں کو زوال ہوتا جا رہا تھا۔ آخر سنہ ۷۴۲ھ میں گرگان سے رخصت ہو کر وجیہ الدین مسعود سربدار کے دربار میں قسمت آزمائی کے لئے سبزوار آئے۔ (طغا تیمور خاں کے باقی ماندہ حالات نظام الدین یحییٰ سربدار کے ضمن میں تحریر کئے گئے ہیں)

وجیہ الدین مسعود سربدار و شیخ حسن جوری

وجیہ الدین مسعود سربداروں کا دوسرا تاجدار سنہ ۷۳۸ھ میں تخت نشین ہوا تھا۔ اسکے زمانہ میں سربداروں کی قوت روز بروز ترقی کر رہی تھی۔ تمام خراسان اطراف و جوانب پر اسکا تسلط تھا۔ اسکا پایۂ تخت سبزوار تھا۔ آس پاس کے اُمرا سب سے خائف ہو کر سربداروں کا قلع قمع کرنے کے درپے تھے اسلئے مسعود نے یہ چال چلی کہ ایک مشہور بزرگ شیخ عصر شیخ حسن جوری کا وہ مرید ہو گیا۔ یہ شیخ خلیفہ[2] کے جانشین تھے۔ شیخ حسن کے کلام میں خاص تاثیر اور زبان میں غضب کی فصاحت تھی۔ بعض اوقات ان سے کرامتیں بھی ظاہر ہوتی تھیں بہت سے لوگ انکے معتقد تھے۔ شیخ خلیفہ کے قتل کے بعد خراسان کے مختلف شہروں میں یہ اپنے مذہب کا جو تصوف و تشیع کا مرکب تھا دعوت دیتے پھرے۔ اور سنہ ۷۳۹ھ میں مشہد مقدس میں آ کر قیام پذیر ہوئے

[1] لاش۔ لاشہ کا مخفف ہے اس سے مراد کم قیمت ۱۲

[2] شیخ خلیفہ سبزوار کی مسجد میں وعظ کیا کرتے تھے اور نکات شریعت کے ساتھ مسائل معرفت و تصوف کچھ اس ڈھب سے بیان کرتے تھے کہ گروہ در گروہ لوگ انکے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔ علمائے ظاہر و فقہائے وقت کو ناگوار گذرا اور حکام کو ان کی جانب سے برافروختہ کر کے سنہ ۷۳۶ھ میں انکو قتل کرا دیا۔ اسکے بعد شیخ حسن جوری انکے جانشین ہوئے ۱۲

ارغون شاہ والی نیشاپور نے ان سے خوف زدہ ہو کر کہ مبادا کسی وقت میں یہ خروج کریں ان کو قید کر دیا مگر کچھ دن بعد اہل خراسان نے یا وجیہ الدین مسعود نے انکو قید سے چھڑوا دیا اس ترکیب سے شیخ حسن کے مریدوں کا ایک بڑا گروہ مسعود کا طرفدار ہو گیا مسعود کی فوجی قوت اور اس کے پیشوا کے انفاس قدسی کی بدولت سربداروں کا سکہ اطراف واکناف ملک میں بیٹھ گیا ابن یمین بھی کچھ تو اعتقاد سے اور کچھ مصلحت وقت کے لحاظ سے شیخ حسن کا کلمہ پڑھنے لگے اسی وجہ سے بعض مورخوں نے ابن یمین کو شیخ حسن جوری کا مرید تحریر کیا ہے ۔ ابن یمین اپنے مرشد کی مدح میں فرماتے ہیں۔

واجب بود از راہ نیاز اہل زمن را	ور خواستن از حق بدعا شیخ حسن را
یک روزہ مصافش ز پے نصرت ملکش	صد سالہ فزوں طعمہ دہد زاغ و زغن را
از ربقہ فرمانش ہر آنکس کہ بروں برد	آمادہ نہاد از پے خود تیغ و کفن را
اے مظہر انوار الہی دل پاکت	نشناختہ چوں مردم یکفن ہمہ فن را
ہست ابن یمین داعی جاہ تو و باشد	آگاہی ازیں واقف ہر سر و علن را

وجیہ الدین مسعود اور شیخ حسن دونوں ملکر تمام خراسان پر چھا گئے اور ہر شخص انکی اطاعت پر مجبور ہوا ۔ شیخ حسن خود میدان جنگ میں رہا کرتے تھے ۔ مسعود کی فتوحات کو ہر شخص شیخ کے انفاس قدسیہ کی برکات کے باعث سمجھتا تھا ۔ مسعود نے لوگوں کے اس اعتقاد سے فائدہ اٹھا کر اپنی سلطنت کی بنیاد مضبوط کی ۔ ان روحانی و سیاسی بادشاہوں کے اتحاد پر ابن یمین اس طرح روشنی ڈالتے ہیں۔

باشاہ ہیچ مرحمت است آنکہ حق نمود	دنیاش دادہ بود کنوں دیں بر آں فزود
دادش کلیم وار ز بیدا[1] شکے خلاص	نور یقیں زوادی ایمن بدو نمود
حالش بداں رسید کہ ناگہ بگوش ہوش	ندائے اللہ از لب کروبیاں شنود
بشتافت سوئے آنکہ بمیدان معرفت	از جملہ اولیا قصب السبق[2] در ربود
یعنے جناب حضرت شیخ کہ ہمتش	بر فرق فرقد[3] از رہ رفعت قدم بسود

[1] بیدا ۔ صحرا ۔ ریگستان ۱۲
[2] قصب ۔ میخ ۔ سبق ۔ سبقت ۔ قصب السبق سے وہ میخ مراد ہے جو سوار نیزوں سے اکھاڑتے ہیں ۱۲
[3] فرقد ۔ قطب کے پاس کا ستارہ ۱۲

روشن شدہ است ابن یمین را کہ زود زود	من بعد عقدۂ کہ فتد در امور ملک
یکسر کشادہ چوں رہ صلح وصفا کشود	گردد بہ یمن ہمت این قطب او لیا
باشد۔ بلے کہ کفر بہ یکبار گی غنود	بیدار باد دولت اسلام تا ابد

بتاریخ ۱۳ صفر ۷۴۳ھ جب شیخ حسن و مسعود اور ملک معزالدین کرت والی ہرات کے درمیان بمقام زاوہ جنگ ہوئی تو اُس وقت ابن یمین بھی مسعود کے ہمرکاب تھے اور جنگ میں شریک ہونے کے لئے ایک مریل گھوڑے کی جگہ اچھا گھوڑا طلب کیا تھا حُسن طلب ملاحظہ ہو

اے چو نام تو طالعت مسعود	اے شہ کامراں وجیہ الدین
ہمچو فرزینش کجرو بی معہود	چاکرت لاشہ مرکبے دارد
درمیاں پیادگاں معدود	ہر کہ گردد بر و سوار بود

جنگ میں اول مسعود کو فتح ہو رہی تھی اور سربداروں کی پانچ ہزار فوج اہل ہرات کے تیس ہزار لشکر پر غالب آچکی تھی کہ اتنے میں مسعود نے جس کو شیخ حسن جوری کے اثر و قوت سے حسد ہوگیا تھا یہ سوچا کہ لگے ہاتھوں اس خانگی دشمن کو بھی ٹھکانے لگا دو۔ چنانچہ اس کے اشارہ سے شیخ حسن کو ایک شخص نے قتل کردیا۔ ان کا قتل ہونا ہی تھا کہ سربداروں کی فوج میں تفرقہ پڑ گیا اور ملک معزالدین کی بھاگی ہوئی فوج سربداروں پر ٹوٹ پڑی۔ جس سے مسعود کو سخت شکست ہوئی لوٹ مار کے وقت ابن یمین کا دیوان بھی جو اُن کے ساتھ تھا گم ہوگیا اس کا تفصیلی ذکر ان کے کلام کے ضمن میں کیا جائیگا۔ بھاگڑ اور افراتفری میں ابن یمین بھی دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوگئے اور جب انکو معزالدین کے سامنے پیش کیا گیا تو چونکہ وہ انکا شہرہ پہلے ہی سُن چکا تھا انکے ساتھ بڑی تعظیم و تکریم سے پیش آیا اور یہ اُسکے ساتھ ہرات چلے گئے (مسعود کا انجام کار آگے تحریر کیا گیا ہے)

ملک معزالدین حسین کرت

ملک معزالدین حسین کرت ابن ملک غیاث الدین شاہان ہرات و غور میں سب سے بڑا بادشاہ گزرا ہے اس نے ۷۳۲ھ سے ۷۷۱ھ تک کوئی چالیس سال حکومت کی کسی شاعر نے اسکی وفات پر یہ رباعی تحریر کی ہے۔

ـــــــ

سلہ مریل گھوڑا۔ ۱۲

آنرا که جہاں پر از زر و زور شود	مانند حسین کرت در گور شود
بر دال دعا چو برزنی یک نقطه	تاریخ وفات خسرو غور شود

یہ بڑا متشرع تھا۔ علماء و شعراء کی قدر کرتا تھا۔ مختلف ممالک کے لوگ اسکے عدل و انصاف کی شہرت سنکر ہرات میں آگئے تھے۔ بقول صاحب روضۃ الصفا جنگ زاوہ کے بعد سے ابن یمین کا تعلق معز الدین کے دربار سے ہو گیا اور انہوں نے اپنے دیوان کے گم ہونے پر حضوری دربار کی تقریب میں یہ قطعہ لکھکر معز الدین کی خدمت میں پیش کیا۔

گر بدستان ببند از ستم فلک دیوان من		آنکه او می ساخت دیوان شکر یزدان با من است
ور ربود از من زمانه سلک دُر شاہوار		زاں چہ غم دارم چو طبع گوہر افشاں با من است
ور ز شاخ گلبن فضلم گلے بر بود باد		گلشنے پر لاله و نسرین و ریحاں با من است
ور تہی شد یک صدف از لولوئے لالا مرا		پر ز گوہر خاطرے چوں بحر عماں با من است
قطرۂ چند از رشاش کلکم ار گم شد چہ شد		خاطر فیاض ہمچوں ابر نیساں با من است
آب شعر عذب من چوں خاک اگر بر باد رفت		سہل باشد چشمه ساز آب حیواں با من است
گرچه آمد دل بدرد از گشتن دیوان تلف		لیک از دردش نیندیشم چو درماں با من است
ور ثنائے شاه عالم ہمچو صیت عدل او		منتشر شد در جہاں طبع ثنا خواں با من است
گرچه دیوانے دگر ترتیب دانم کرد لیک		حاصل عمرم ہبا شد اندرو آں با من است
بے عنایت گر بود گردون دوں با من چه باک		چوں عنایتہائے شاہنشاه دوراں با من است
خسرو عادل معز الدین که گوید قدر او		کز جلالت آنچه می گنجد در امکاں با من است
معظم جاکر نوازی که اندر کل حال	ق	شہریار عہد را از جمله اقراں با من است
آں بود کز حکم او گوید مرا آزاده		شاد باش ابن یمین کاجزائے دیواں با من است
عمر شه در کامرانی تا ابد باد و بود		ورد من جا کر دعائے شاه تا جاں با من است

پروفیسر براؤن صاحب کا یہ بیان جو انھوں نے تذکرہ مجمل فصیحی خوافی سے لیا ہے کہ جنگ زاوہ کے بعد ابن یمین نے اپنے وطن سبزوار سے قطعہ مذکورہ بالا معز الدین کے پاس بھیجا تھا صحیح نہیں ہے قطعے کے اشعار سے اور نیز دیباچہ نوشتہ ابن یمین سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ مذکور کے بعد ابن یمین ملک معز الدین کے

ہمراہ سید ہے ہرات چلے گئے اور وہاں تین چار برس مقیم رہے معزالدین کی مدح میں کئی قصیدے تحریر کئے اور اوائل ۷۴۸ھ میں ہرات سے وطن واپس آئے۔

خواجہ علی بن شمس الدین سربدار

ہرات سے واپس آکر جب ابن یمین سربداروں کے دربار میں دوبارہ پہنچے ہیں تو اُسوقت انکا قدیم سرپرست وجیہ الدین مسعود زندہ نہ تھا وہ دو سال قبل ۷۴۵ھ میں مازندران پر چڑھائی کرتے وقت مارا جا چکا تھا اور مسعود کا لڑکا مرزا لطف اللہ اور دو اور سربدار تھوڑے تھوڑے دن حکومت کرکے رخصت ہو چکے تھے اور اب خواجہ علی بن شمس الدین سربداروں کے چھٹے فرمانروا کا دور دورہ تھا۔ اسکا زمانہ حکومت ۷۴۹ھ سے ۷۵۳ھ تک رہا ہے۔ یہ شیخ حسن جوری کا خلیفہ و جانشین تھا۔ اسکا نام علی بن شمس الدین اور لقب تاج الدولہ ہے۔ جسقدر قصیدے ابن یمین نے اسکی مدح میں لکھے ہیں اور کسی بادشاہ کی مدح میں نہیں لکھے یہ بڑا متقشف و متشرع تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ پانسو فاحشہ عورتوں کو قتل کرا کے ایک کنوئیں میں ڈلوا دیا تھا۔ طریقہ شیخ حسن و مذہب اثنا عشری سے جو شخص اختلاف کرتا تھا اسکو قتل کرا دیتا تھا۔ اُسنے نقیب سبزوار کو جو اپنے تئیں حجاج بن یوسف[1] کی اولاد بتاتا تھا زہر دلوا دیا۔ اسکے عہد میں شراب و بھنگ کا استعمال تو کجا مجازاً اشعار میں بھی ان چیزوں کا ذکر کرنا گناہ سمجھا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ ابن یمین نے ایک قصیدہ کی تشبیب میں شراب کا ذکر کیا مگر ڈر کے مارے فوراً ہی معذرت کرنی پڑی۔ فرماتے ہیں۔

عید آمد و نگار بدہ جام خوشگوار	کز جام خوشگوار شود کار چون نگار
بگذشت ماہ روزہ غنیمت شمار عمر	زیرا کہ ہست نوبت این نیز برگذار
نے نے۔ نعوذ باللہ۔ ازین کار زینہار	ساغر مدہ بدست من لے ترک میگسار
تشبیب این قصیدہ بر آئین شاعران	کردم بہ مے وگرنہ کراہت کردگار
کاین بندہ مدتے است کزین جرم تائب است	از راہ اختیار نہ از راہ اضطرار
خاصہ کنون کہ امر شہنشاہ عہد شد	با نہی کردگار و دریں باب دستیار

منجملہ اور قصائد کے ابن یمین نے خواجہ علی کی شادی پر ایک قصیدہ لکھا ہے جسکے دو شعر یہ ہیں۔

[1] حجاج بن یوسف مشہور ظالم گزرا ہے۔ یہ عبدالملک بن مروان خاندان بنی امیہ کے پانچویں خلیفہ کا سپہ سالار تھا ۷۳ھ میں عبداللہ بن زبیر کے مقابلہ میں اسنے مکے پر چڑھائی کرکے خانہ کعبہ میں آگ لگا دی تھی۔ خاندانِ رسالت کے ساتھ اسکی دشمنی ضرب المثل ہے ۴۱ھ میں پیدا ہوا اور ۹۵ھ میں مرا۔ کم از کم ایک لاکھ بیس ہزار آدمیوں کا خون اسکی گردن پر ہے ۱۲

نسیے خجستہ شبے کز دم نسیم سحر	بہ فرخی و سعادت بہ من رسید خبر
خجستہ مسند بلقیس عہد را افتاد	بہ تختگاہ سلیمان روزگار گزر

خواجہ علی کے عہد میں سربداروں کی قوت پھر عود کر آئی تھی اور خراسان کے مختلف مقامات پر اسنے اپنا تسلط کر لیا تھا ایک دفعہ کسی مہم سے واپسی کے وقت ابن یمین نے ایک قصیدہ اسکی خدمت میں پیش کیا تھا جس کے دو شعر یہ ہیں۔

یا رب این خرم نسیم از عالم جاں میرسد	یا زبستان ارم یا باغ رضواں میرسد
یا بشارت میرسد ہر گز قتلگاہ دشمنان	بر مراد دوستاں رایات سلطاں میرسد

ایک مرتبہ کسی جنگ سے واپسی کے وقت خواجہ علی کا گزر ابن یمین کے مکان پر ہوا اس تقریب میں فرماتے ہیں۔

دوش بے پیچ خبر کو کبہ باد سحر	بر در کلبہ من کرد بصد لطف گزر
گفت من پیشرو م - میرسد اکنوں پسم	رایتی نقش طراز ہمہ از فتح و ظفر
رایت شاہ جہاں داور دارائے جہاں	زانکہ شد کشور اعداش ہمہ زیر و زبر

ابن یمین کے کلام سے ظاہر ہے کہ خواجہ علی اپنے دوسرے تمام ممدوحین سے زیادہ مہربان تھا اسکے محل کی تعریف میں فرماتے ہیں۔

بیا تا عشرت آباد چو خلد جاوداں بینی	چو خلد جاوداں ایں را بسے خوشتر از آں بینی

خواجہ کی تعمیر کردہ جامع مسجد کی توصیف میں کہتے ہیں۔

حبذا طاقتیکہ جفت ایں رواق اخضر است	وز بلندی مر زمیں را آسمانے دیگر است
مسجد جامع ہمی خوانندش اما جنت است	وندراں فوارہ مانند حوض کوثر است

بادشاہ نے صبح کے وقت یاد کیا ہے کیا خوشی خوشی گنگناتے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔

میموں بود چہ طلعت فرخ لقائے تو	دیدں علی الصباح رخ دلکشائے تو
من خود کیم - چہ مرتبہ دارم کہ از کرم	کردہ است التفات بہ من بندہ رائے تو

باوجود ان تمام خصوصیات کے پھر بھی ابن یمین مرحمت سلطانی کے متدعی اور ترقی کے خواستگار ہیں۔

مرا با چنیں طبع چوں آب و آتش	کز و در شگفتند عالی و دانی[1]
چرا از جہاں ہیچ بہرہ نیا شد	نہ جاہی نہ مالی نہ آبی نہ نانی

اسمیں کوئی شک نہیں ہے کہ ابن یمین اس زمانے میں بھی مستغنی و مطمئن نہ تھے جسکی وجہ یہ تھی کہ خواجہ علی بن شمس الدین بہت ہی بخیل سخت گیر اور بے مروت تھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اسکے ایک عہدہ دار حیدر قصاب نے جسکے سپرد وصول مالگزاری کا کام تھا اسکی جبر و زیادتی و بدزبانی سے تنگ آ کر سنہ ... میں اُسے قتل کر دیا ۔ تاریخ روضۃ الصفا میں ہے کہ کسی شاعر نے اُسوقت حیدر قصاب کی ہجو میں یہ شعر کہا تھا ۔

اے در نبرد حیدر کرار روزگار	وے کردہ است خنجر تو کار روزگار[2]

ابن یمین نے بھی بجائے اسکے کہ اپنے مربی و سرپرست کے ناگہانی قتل پر کوئی مرثیہ لکھتے حیدر قصائی کی بیٹ اسطرح ٹھوکی ۔

آفریں باد آفریں اے حیدر خنجر گزار	آمد از تیغ تو آب ملک را بر روئے کار
مدتے بر خویشتن خندید خصمت ہمچو گل	دست تقدیرش نہاد از خنجرت ناگاہ خار
دشمنت چوں حرص و آز ے داغالب ہمچو مور	پائمالے دہر گشت از بہر گنجش ہمچو مار

علی شمس الدین مرچکا مگر اسکی خست کا تذکرہ ابھی تک چلا جا رہا ہے ۔ ابن یمین نائب ہوا کو دہمکی دیرہے ہیں ۔

چہ کردہ بود ز خست علی شمس الدین	بجز نزاع کہ با اہل فضل در ناں کرد
ہماں مضایقہ در ناں کہ با من او کردے	پریر[3] نائب دیواں بعینہ آں کرد
اگر تو ابن یمیں را وظیفہ می ندہی	ضرورتش سفرے باید از خراساں کرد

بظاہر اگرچہ ابن یمین جیسے اخلاق مجسم بزرگ کی تصویر کا رخ نہایت سیاہ معلوم ہوتا ہے کہ اپنے محسن و سرپرست کے قاتل کی داد دے رہے ہیں کہ واہ بیٹے خوب ہاتھ مارا کہ تسمہ لگا نہیں رہا اور مرنے کے بعد بھی اسکو بخل و تکبر وغیرہ عیوب سے یاد کر رہے ہیں مگر جو شخص اُس زمانہ کی حالت پر نظر ڈالے گا وہ

---

[1] عالی و دانی ۔ اعلیٰ و ادنیٰ ۱۲

[2] کیا عجب ہے کہ ناصر علی سرہندی نے اسی شعر سے اپنے اس مشہور شعر کا مضمون اخذ کیا "اے شان حیدری ز جبین تو آشکار ؛ نام تو در نبرد کند کار ذوالفقار"

[3] پریر ۔ پرسوں ۱۲

ابن یمین کو معذور سمجھیگا۔ اسوقت حصول سلطنت کا سب سے بڑا ذریعہ یہی تھا کہ بادشاہ وقت کو قتل کرکے بادشاہ بنتے تھے ایسی صورت میں اگر کوئی شخص متوفی و مقتول بادشاہ کے سوگ میں بیٹھا رہتا اور غاصب نئے بادشاہ کا خیر مقدم نہ کرتا تو خود بھی اسکے پاس پہنچتا۔ علی الخصوص ابن یمین جیسے مشہور قصیدہ گو و قصیدہ گر کے لیئے یہ غیر ممکن تھا کہ وہ **مصرع** زباں بریدہ بکنجے نشستہ صم وبکم۔ پر عمل کرکے اپنی اور اپنے عیال واطفال کی جان خطرہ میں ڈالتے یا تن بہ تقدیر اپنے متعلقین کو غارتگروں کے حوالے کرکے جلاوطنی اختیار کرلیتے حقیقت یہ ہے کہ یہ حصہ ہمارے پیر و مرشد حضرت **سعدی** کا تھا کہ وہ اس قسم کے ڈاکو اور قزاقوں سے ہمیشہ کھنگتے ہی رہے اور جب کسی نے قصیدہ مدحیہ کی فرمایش کی تو کھری کھری سنا ہی دی کہ بیٹا اگر تمہارے باوانے نصیحت نہیں کی تو لو اب چچا سے سن لو۔

جہاں سالارِ عادل اتکیانو [1]	سپہدارِ عراق و ترک و دیلم
چنیں پند از پدر نشنیدہ باشی	الا گر ہوشیاری بشنو از عم

اسکے بعد ہاں میں ہاں ملانے والے مصاحبوں پر یہ پھبتی کسی۔

اگر مردم ہمیں بالا و ریشند	بہ نیزہ نیزہ بربستاست پرچم

یعنے اگر اسی قد و قامت اور ڈاڑھیوں کا نام آدمی ہے تو یہ آدمی تو نہیں بلکہ ایک ایک نیزے میں ایک ایک جھنڈی بندھی ہوئی ہے۔

اسکے بعد فرماتے ہیں کہ :-

چو یزدانت مکرم کرد و مخصوص	چناں ذی درمیانِ خلق و عالم
کہ گر وقتے مکان بادشاہیت	نباشد ہمچناں باشی مکرم
مقامات از دو بیروں نیست فردا	بہشت جاودانی یا جہنم

نظام الدین یحیےٰ

خیر اب ہم اپنے سلسلہ بیان کو شروع کرتے ہیں۔ خواجہ علی بن شمس الدین کے بعد **نظام الدین یحیےٰ** کرابی [2] سربداروں کا ساتواں بادشاہ ۷۵۳ھ میں تخت سلطنت پر متمکن ہوا اور ابن یمین نے نہایت خندہ پیشانی سے اسکا خیر مقدم کیا اور مختلف

[1] اتکیانو۔ ایک تاتاری سردار تھا جو بلاکو خاں کی جانب سے عراق و ترکستان و دیلم کا گورنر تھا ۱۲

[2] کراب یا کرابو سبزوار کا ایک گاؤں ہے ۱۲ (دولت شاہ)

اوقات میں اُسکی مدح میں قصیدے لکھے۔ اس زمانہ میں طغا تیمور خان حاکم مازندران و گرگان کی قوت برائے نام رہگئی تھی اور سربدار اُسکی اطاعت کا جوا اپنے کندھے سے پٹکنا چاہتے تھے چنانچہ یحییٰ کرابی نے بظاہر اظہار اطاعت کے لئے اور بہ باطن طغا تیمور خاں کا خاتمہ کر دینے کے لئے ۷۵۴ھ میں گرگان جانے کا ارادہ کیا۔ ابن یمین کو طغا تیمور خاں کے پاس سے آئے ہوئے بارہ برس ہو گئے تھے اسوقت اُنکو اپنے قدیم ممدوح کے دیکھنے کا اشتیاق موجزن ہوا اور ان دونوں بادشاہوں کے اتحاد سے انکو بڑی بڑی امیدیں بندھیں۔ چنانچہ اپنے قدیم خداوند نعمت کو دیکھنے کی تمنا میں یحییٰ کرابی سے یہ درخواست کی کہ وہ انکو بھی اپنے ہمراہ لے چلے۔

یارب چہ موجب است کہ دستور شہ نشان	والا نظام دولت و دین آصف زماں
روزے نہ پرسد از سر اشفاق و مرحمت	مولائے خویش ابن یمین را کہ اے فلاں
چونی و در چہ کار و دریں موسم از چہ خاست	عزم تو زیں جہاں بہ جناب خدائیگاں
بر رائے شاہ اگر نہ کنی حال بندہ عرض	زو داکہ بر فلک رسدم نالہ و فغاں

یحییٰ نے ابن یمین کی درخواست منظور کی اور ان کو اپنے ساتھ گرگان لے گیا رستے میں ابن یمین نے دونوں بادشاہوں کے اتحاد و ارتباط کی تقریب میں کئی قصیدے نظم کئے۔ یحییٰ گرگان پہونچا طغا تیمور خان کا مہمان ہوا ایک دربار میں ابن یمین منتظر تھے کہ قصیدے پڑھکر دونوں ہاتھوں سے انعام سمیٹیں گے۔ محفل عیش و نشاط گرم تھی۔ دسترخوان بچھایا جا رہا تھا۔ رکابیاں چنی جا رہی تھیں کہ عین جلسے میں یحییٰ اور اُسکے ہمراہیوں نے طغا تیمور خاں کا کام تمام کر دیا۔ اُس وقت ابن یمین کے دل پر جو کچھ گزرا ہوگا اور جسطرح انکی اُمیدوں کا خون ہوا ہوگا اُسکا اندازہ ایک قصیدہ گو شاعر ہی خوب کر سکتا ہے۔ ابن یمین چند ساعت قبل طغا تیمور کے واسطے دعا حیات ابدی مانگ رہے تھے اب یحییٰ کی کامیابی اور طغا تیمور کے قتل پر خدا کا شکر کرتے ہیں۔

کار ملک و دیں بحمد اللہ نظام از سر گرفت	مصطفےٰ ابطحی کشا و مرتضےٰ خیبر گرفت
سرور گردن کشاں یحییٰ کہ چوں الیاس و خضر	از مددگاری ایزد ملک بحر و بر گرفت
آنکہ چوں بہر شکار آورد پا اندر رکاب	شہریار با سپاہ و تخت با افسر گرفت

ابھی یحییٰ کرابی کے شکار کی پوری تعریف نہیں ہوتی اسلئے پھر فرماتے ہیں۔

ہر یکے از شہاں بہ وقت شکار — صید دیگر کنند بہ قوت بخت
شاہ یحییٰ چو عزم صید کند — شہریاراں رباید از سر تخت

ہم ابن یمین کی اس معذورانہ مدح کا سبب اوپر لکھ چکے ہیں مگر اُس زمانہ کے بادشاہوں کا شغل شکار بھی داد طلب ہے۔ سنہ ۷۵۶ھ میں آخر یحییٰ شکاری بھی اپنے ملازموں کا شکار ہوا۔

خواجہ نجم الدین علی موید یحییٰ کراری کے قتل کے بعد دس سال تک کئی اور سربدار سلاطین حیدر قصاب۔ لطف اللہ وغیرہ تھوڑے تھوڑے دن حکمران رہے جنکی مدح میں ابن یمین نے ایک آدھ قصیدہ لکھا ہے مگر تعداد میں وہ قصائد اس قدر کم ہیں کہ گویا پانچ چھ سال ابن یمین خاموش ہی رہے۔ البتہ سربداروں کے آخری تاجدار خواجہ نجم الدین علی موئد کی تواضع انھوں نے قصائد سے خوب کی۔ اسکا عہد حکومت سنہ ۷۶۶ ہجری سے سنہ ۷۸۳ھ تک رہا۔ ابن یمین اسکے زمانہ میں کوئی تین سال زندہ رہے۔ اسکی مدح میں ایک ترکیب بند اور کئی قصیدے موجود ہیں۔ ترکیب بند کا پہلا بند اس شعر پر ختم ہوتا ہے۔

بار دیگر شد جہاں از صنع رب العالمین — ہم چو بزم خسرو آفاق نجم ملک و دین

ایک قصیدے کا مطلع یہ ہے

قطب ملوک و قدوۂ شاہان روزگار — فرزانہ نجم ملت و دیں شاہ سبزوار

سیر و سیاحت ابن یمین کی سیر و سیاحت زیادہ تر حصول معاش کے ضمن میں تھی جسکے لئے امرا و سلاطین کے ہمراہ وہ ملکوں ملکوں پھرے مگر سفر انکے واسطے کبھی وسیلۂ ظفر نہ ہوا اور نا قدردان امرا کی شکایت ہر جگہ انکے ساتھ رہی۔ فرماتے ہیں۔

خود گر فہم کہ موذی ید بیضا بہ سخن — نطق عیسیٰ چہ کنی دور خراں است امروز

اُس زمانے کے خردماغ چھوٹے سے چھوٹے امیر بھی یہ اُمید رکھتے تھے کہ شاعر اُن کو آسمان پر بٹھا دیں۔ اس حالت کی تصویر ابن یمین نے ان الفاظ میں کھینچی ہے

دہ بستہ دہ آمدہ است کہ راضی نمی شود — کمتر کسیکہ صدر معظم نو یسیمش
آخر وزیر را چہ نویسم کہ ہر گز ا — دارد طمع کہ صاحب اعظم نویسمش
منصب بداں رسید کہ اکنوں گدائے شہر — نپسندد ار زشاہ جہاں کم نویسمش

ا گزیدہ سائیس ۱۲

اس امر کا پتہ لگانا مشکل ہے کہ ابن یمین کس وقت کہاں گئے تاہم اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ۷۰۰ھ ہجری میں انہوں نے مشہد مقدس رضویہ کی زیارت کی تھی۔ لڑکپن میں جرجان بھی گئے تھے ۷۲۳ھ میں خواف اور وہاں سے ہرات گئے۔ اوائل ۷۴۲ھ ہجری میں ہرات سے جب دل اچاٹ ہوا تو وطن کی یاد میں یہ اشعار کہے۔

اے صبا گر بودت سوئے خراسان گذرے ٭ بہ راز حال دل من سوئے جانان خبرے
چشم زخم فلکی بود وگرنہ زچہ روئے ٭ در رہ افتاد مرا ناگہ از نیسان سفرے

جب واپسی سفر کا مصمم ارادہ ہوگیا تو فرماتے ہیں۔

ایں ہمہ بار دگر عزم خراساں کردہ ٭ روئے چوں بلبل شیدا بہ گلستاں کردہ
بودہ یعقوب صفت ساکن بیت الاحزان ٭ ایں زماں روئے سوئے یوسف کنعاں کردہ

آخر اپنے وطن سبزوار میں واپس آگئے۔ ۷۵۳ھ میں دوبارہ گرگان گئے اور مازندران، آذربائیجان عراق اور بعض دوسرے مقامات کا بھی سفر کیا۔ وہ خود اپنی سیاحت کو بحر و بر تک وسعت دیتے ہیں۔

مدتے از پئے ہوا و ہوس ٭ عرصۂ بحر و بر بہ پیمودم

نہ معلوم کس ضرورت نے مجبور کیا کہ بڑھاپے میں بھی انکو گھر سے نکلنا پڑا۔

فلک سرگشتہ کرد ابن یمین را ٭ فگندش در رہ ایوار و شبگیر
وگرنہ او کہ و شبگیر و ایوار ٭ ضعیفے ناتوانے مردکے پیر
سفر کردن نہ کار اوست چوں او ٭ گرفت اکنوں بساں کودکاں شیر

ان کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عراق بھی گئے تھے لیکن صحت کیساتھ یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ کب گئے اور کس کس زمانہ میں گئے۔ اشتیاق بغداد میں سعدی کے دو مصرعوں کو تضمین کرکے فرماتے ہیں[1]۔

چکنم ملک خراساں چکنم محنت جاں ٭ وقت آنست کہ پرسی خبر از بغدادم
گرچہ ایں مولد و منشا است و لیے سعدی گفت ٭ نتواں مرد بسختی کہ من اینجا زادم

[1] سعدی کے حسب ذیل اشعار کے مصرعے تضمین کئے گئے ہیں۔

دلم از صحبت شیراز بہ کلی بگرفت ٭ وقت آنست کہ پرسی خبر از بغدادم
سعدیا حب وطن گرچہ حدیثے است صحیح ٭ نتواں مرد بہ سختی کہ من اینجا زادم

اسی بحر میں ایک اور قطعہ بھی موجود ہے جس میں ختم سفر پر اظہار مسرت کرتے ہیں اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دوران سفر میں انکے پاؤں میں ضرب آگئی تھی۔

ایں منم باز کہ در باغ بہشت افتادم	وز سفر کاں بحقیقت سقر است آزادم
ایں بخواب است کہ می بینم اگر بیداری	کہ پس آں ہمہ اندوہ چنیں دلشادم
دستگیر از نشدے حق کہ توانستے خاست	آں چناں سخت کہ ناگاہ ز پا افتادم

یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ چلنے پھرنے سے بھی کچھ دن معذور تھے نظام الدین نامی کسی شخص کی مدح میں کہتے ہیں۔

عرضہ دارم کز چناں دولت چرا محروم ماند	زانکہ خود لنگ است اسپے ہم ندارد راہوا

عیال واطفال

قطعات شاہد ہیں کہ عرصہ دراز تک ابن یمین مجرد رہے یہ شہر بھی ہیں انکی تجرد کے معاملہ میں شہرت تھی۔ اسپر وہ فخر کرتے تھے اور دوسروں کو بھی گھر بار کے جنجال سے محفوظ رہنے کی نصیحت کیا کرتے تھے۔ مثلاً ایک جگہ فرماتے ہیں۔

اے برادر بشنو از من تا توانی زن مخواہ	گر ہمی خواہد دلت کز زندگانی برخوری
گرچہ تزویج است سنت لیک گرداری خرد	اندریں رہ فرض کن از دین عیسیٰ برتری

ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

مرد باید کہ کند میل نہ ہرگز بہ دو چیز	تا ہمہ عمر بہ دنیا بسلامت باشد
زن نخواہد اگرش دختر قیصر دہند	وام نگیرد اگرش وعدہ قیامت باشد

باوجود گریز پائی کے آخر اُن کو بھی اس بخیر میں پھنسنا پڑا اور غالباً بڑھاپے میں کہ بار اطفال سے گھبرا کر چیخ اٹھے۔

مرا در وقت پیری بار اطفال	نہ در حق بود حقا ثم حقا
[1] ھا انا فی الغربۃ ذو عیال	یدق الظہر دقا ثم دقا

ابن یمین کے کلام سے ثابت ہے کہ انکے تین چار فرزند تھے مگر اُنکو انکے مرنے جینے کی کچھ پروانہ تھی البتہ اپنے فرزندان روحانی کی دعائے درازی عمر کرتے تھے۔

[1] اس عالم غربت میں بال بچوں کے بوجھ نے میری کمر توڑ دی اور بُری طرح توڑ دی ۱۲

اگرچه فرزندان جسمانی سه چارم هست لیک — از حیات و موت شان هرگز نه غمگینم نه شاد
منت ایزد را که فرزندان روحانیم هست — تا قیامت عمر فرزندان روحانیم باد

ان تین چار لڑکوں میں ایک لڑکا بڑا قابل شاعر بھی نظر آتا ہے جسے وہ اپنا سچا جانشین بیان کرتے ہیں

فرزند تو دیده من (؟) آنکه در سخن — داند خرد که مرتبهٔ بهتری تراست
خورشید در نظم تو در گوش میکند — چون آفتاب ملک سخن مشتری تراست
میدان نظم و نثر مرا بود پیشه تر — پا نه درین بساط کنون سروری تراست
آنکس که از معانی و الفاظ واقف است — داند یقین که مرتبهٔ شاعری تراست
ابن یمین تراچه نظر میکند به مهر — محمود باش عاقبت عنصری تراست

مگر پھر بھی وہ اپنے فرزندان روحانی ہی کی خیر مناتے ہیں اور ان بچوں سے خوش نظر نہیں آتے

بحمد الله مرا هستند فرزندان روحانی — که چون ایشان بپرورداست در آغوش خود ماهم
سراسر در جهان گیری چو شاه اختران قادر — عراق آورده زیر حکم و اقلیم خراسان هم
سه چارم نیز هم هستند فرزندان جسمانی — ولی من فارغم زیشان و از من نیز ایشان هم
ز فرزندان جسمانی چه دارم چشم جمعیت — کز ایشان روز هستم دلفگار و شب پریشان هم

بعض قطعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو بال بچوں کی پرورش کا نہ کچھ خیال تھا اور نہ انکے واسطے پس انداز کرنے کی کچھ فکر مثلاً

ابن یمین مخور غم اخلاف بهر آنکه — اسلاف را بهره ایشان معد است
گازر مباش کز پئے تزئین دیگرے — جامه سفید کرده و ورا رو مسود است

قطع نظر امور معاش کے مسائل شرافت میں بھی وہ اولاد کا خیال کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔

مرا نام اگر نیک اگر بد بود — چو رفتم از آنم چه ننگ و چه عار
کسے را بود فخر و عار از بود — که ماند ز من در جهان یادگار
پس از من جهان هرچه خواهد رواست — چو من دامن افشانده ام زین غبار

بچوں کی پرورش کے متعلق وہ خدا پر اس حد تک بھروسہ کرتے ہیں۔

غم فرزند خوردن از جهل است — که خدا این و آنش می دهد

کردگارے کہ آفرید اورا از کمال و کرم چو جانش داد	می تواند بجانش می ندہد نکند آنچہ نالش می ندہد

با وجود اس بے اعتنائی کے وہ لڑکے کی جدائی میں بے قرار بھی ہوتے ہیں جس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ انکا دل اُس محبت سے جو باپ کو بیٹے سے فطرتاً ہوتی ہے خالی نہ تھا۔

چشم پدر از فرقتِ روئے تو سفید است پیراہن خود تحفہ فرست اے پسر و گو	فرزند دل افروز من اے بدر منیرا اَلقُوہُ عَلیٰ وَجہِ اَبِی یَاتِ بَصِیرا[1]

دولت شاہ ۸۹۲ھ ہجری میں لکھتے ہیں کہ اُنکی اولاد ابتک فریومد میں موجود ہے یعنے ابن یمین کی وفات کے سو ہو برس بعد تک اُنکی اولاد و احفاد کا پتہ تھا ملا رشید یاسمی ۱۳۰۳ھ ش فرماتے ہیں کہ فریومد میں اب کوئی اثر آثار ابن یمین کا نہیں ہے۔ بطور نتیجہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اولاد کے بارے میں ابن یمین کی دعا اللہ تعالےٰ نے قبول کی اور اُنکے فرزندان روحانی کی بدولت یورپ و ایشیا میں آجتک ابن یمین کے نام لیوا موجود ہیں اور اسی حقیقی اولاد کا طفیل ہے کہ ہم پونے چھ سو برس کے بعد بھی ابن یمین کو دعائے خیر سے یاد کر رہے ہیں۔ ذوق نے سچ کہا ہے۔

رہتا سخن سے نام قیامت تلک ہے ذوق

اولاد سے تو ہے یہی دو پشت چار پشت

مذہب و طریق

واقعات اور ابن یمین کے کلام سے ثابت ہے کہ انکا آبائی مذہب شیعہ اثنا عشری تھا اور شیخ حسن جوری سے جو ان کو عقیدت و ارادت تھی اس سے اُن کو اور بھی سند تشیع حاصل ہو گئی تھی مگر انکے کلام سے یہ بھی ثابت ہے کہ متعصب نہ تھے۔ ایک کی دوستی میں دوسرے کو برا کہنا حماقت سمجھتے تھے اور گزشتہ واقعات بیان کرکے آپس میں تو تو میں میں کرنا برا جانتے تھے

من ندارم منازعت با کس ہر کہ با زندہ از پئے مردہ	بر من این مشکلات آسان است میکند جنگ سخت نادان است

ایک اور موقعہ پر فرماتے ہیں کہ میں تو رسول اللہ کا پیرو ہوں جنکے چاروں خلفاء پیرو تھے۔

---

[1] یہ سورہ یوسف کی آیت ہے۔ جب برادران یوسفؑ حضرت یوسفؑ کی قمیص لیکر کنعان کی طرف چلے حضرت یوسفؑ نے اُن سے کہا اسکو میرے باپ کے منہ پر ڈالدینا وہ بینا ہو جائیں گے۔ ۱۲

من پیرو آنکسم باخلاق	کایشاں ہمہ پیروان اویند

بعض مضامین ایسے بھی دیکھنے میں آئے جن سے انکا ذہل یقین ہونا پایا جاتا ہے۔ مگر اس قسم کے مضامین بڑے بڑے صوفیوں کے کلام میں موجود ہیں۔ بہشت و دوزخ اور عذاب و ثواب کے متعلق فرماتے ہیں۔

بگزار از دوزخ نظر بر جنت الماوی مدار	زانکہ حاصل زین دو منزل انتظاری بیش نیست
عمر باقی خواہ یعنے نام نیک ابن یمین	کاین دو روزہ عمر فانی مستعاری بیش نیست

مسئلہ تقدیر و تدبیر پر ایک قطعہ جو ہمنے محاکمہ میں لکھا ہے اور جسکا پہلا شعر یہ ہے۔

خدائیکہ بنیاد ہستیت داد	بروز الست اندر افگند خشت

ملا رشید یاسمی اس کی بنا پر ابن یمین کو ضعیف الاعتقاد قرار دیتے ہیں۔ ایک قطعہ میں ابن یمین استمداد قبور کے بھی مخالف نظر آرہے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

گفتم روم زیارت پیشینان کنم	باشد کہ راحتے رسد از روح شاں بمن
عقلم شنود و گفت کہ بنشیں بجائے خویش	و ندر خطر بہرزہ میفکن از جان و تن
آخر ز زندگاں بہ چہ خلعت رسیدہ	تا گسترند در قدمت مردگاں کفن

اخلاق و عادات

ابن یمین نے تمام عمر بڑے بڑے لوگوں میں نشست و برخاست رکھی انکا مرتبہ بوجہ خدمت استیفا و مصاحبت وزراء و سلاطین و نیز بوجہ علم و فضل و شرافت خاندانی بہت بلند تھا۔ وہ بذاتہ نہایت خلیق اور صفات پسندیدہ سے متصف تھے انکا اخلاق اس درجہ تھا کہ دوسری جتنی خوبیاں ہیں وہ سب اسی ایک درخت کی شاخیں سمجھنی چاہئیں۔ تمام تذکرہ نویسوں نے انکو عارفین کامل اور اکابر صوفیہ سے مانا ہے اگرچہ ضروریات زمانہ نے انکو ہمیشہ سرگشتہ و پریشان رکھا مگر گوشہ نشینی و تنہائی پسندی انکی طبیعت کا جزو تھی۔ اسی وجہ سے وہ دہقنیت کو جو عبادت کی ایک شکل ہے اور جس میں خدا پر بہت زائد توکل کرنا پڑتا ہے سب کاموں پر ترجیح دیتے تھے تقریباً چالیس سال کے بعد انہوں نے اخلاقی نظمیں لکھنا شروع کیں اور اپنے ہموطنوں کی سعادت دارین کیلئے جو نصیحت مناسب معلوم ہوئی وہ موثر پیرایہ میں اختصار کے ساتھ قطعہ کی صورت میں لکھکر پیش کر دی۔ طول و طویل عمر میں زمانہ کے جو کچھ سرد و گرم انھوں نے چکھے اور طوائف الملوکی کے سبب سے جو تجربات ان کو حاصل ہوئے اُن سے بہت اچھے نتیجے انھوں نے نکالے۔ صفات انسانی کا انہوں نے بڑی گہری نظر سے

مطالعہ کیا تھا۔ اسلئے فلسفہ و حکمت کے مضامین مختلف پہلوؤں سے بیان کیئے ہیں اور ہر مسئلہ کی مختلف نوعیتیں مدنظر رکھکر کبھی کسی پہلو پر اور کبھی کسی پر بحث کی ہے۔ یہ ماننا پڑتا ہے کہ جب تک خود کوئی شخص اوصاف حمیدہ نہ رکھتا ہو۔ دوسروں کو نصیحت کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا ابن یمین عمدہ صفات کا ایک نمونہ تھے۔ جسکی وجہ سے عام و خاص سے گزر کر امراء و سلاطین بھی انکی عزت کرتے تھے انکی سخاوت و فیاضی درجہ اسراف تک پہنچی ہوئی تھی اُنکا دسترخوان مہمانوں کے لئے ہر وقت بچھا ہوا تھا۔ افلاس پر وہ قانع اور مصائب پر شاکر رہتے تھے۔

بڑھاپا اور وفات

ہم شروع میں لکھ آئے ہیں کہ ابن یمین کی عمر کوئی اسی اکیاسی برس کی ہوئی انکے کلام سے یہ واضح ہے کہ آخر عمر میں وہ نہایت کمزور ہو گئے تھے انکی غذا بجز دودھ کے اور کچھ نہ تھی۔ اُن کا قد جھک کر کمان ہو گیا تھا اور لکڑی کے سہارے سے چلا کرتے تھے جیسا کہ فرماتے ہیں۔

کمان آسا شد این قد چو تیرم	زبس کز گردش گیتی خورم کوب
کنون پشتم بہ خم در کف عصائے	کمانے را ہمی مانم زہ از چوب

آخر شنبہ کے روز آٹھویں جمادی الاول ۷۶۹ھ ہجری کو وہ وقت آگیا کہ یہ طویل العمر بزرگ رات کو نماز میں مصروف ہوئے اور صبح کے وقت جب لوگ انکے حجرے میں گئے تو دیکھا کہ جا نماز بچھی ہے اور ابن یمین موت کی نیند سو رہے ہیں اور سامنے یہ رباعی لکھی ہوئی رکھی ہے۔

منگر کہ دل ابن یمین پر خون شد	بنگر کہ ازین سرائے فانی چون شد
مصحف بکف و چشم بہ رہ روئے بدوست	با یک اجل خندہ زنان بیرون شد

اگرچہ دولت شاہ سمرقندی کی تقلید میں رضا قلی خاں ہدایت صاحب مجمع الفصحا و قاضی نور اللہ شوستری وغیرہ نے ابن یمین کا سال وفات ۷۴۵ھ ہجری لکھا ہے لیکن یہ حقیقت کے خلاف ہے اسکے بہت بعد کے قصائد و قطعات تاریخ انکی کلیات میں موجود ہیں۔ البتہ تاریخ مجمع الواصلین و تذکرہ مجمل فصیحی (تالیف شدہ ۸۴۵ھ ہجری) وغیرہ بعض کتابوں میں حسب ذیل قطعہ تاریخ وفات درج ہے جس سے ۷۶۹ھ سال وفات ثابت ہے اور یہی صحیح ہے۔

بود از تاریخ ہجرت ہفتصد و شصت و نہ	روز شنبہ ہشتم ماہ جماد الآخرین
گفت رضوان حور را برخیز و استقبال کن	خیمہ بر صحرائے جنت می زند ابن یمین

ابن یمین کا کلام

نثر و نظم

الف نثر

قبل اسکے کہ ہم ابن یمین کے کلام نظم کے متعلق بحث کریں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انکی نثر کی نسبت چند سطریں تحریر کر دیں۔ دیباچہ کلیات ابن یمین کا چیدہ چیدہ حصہ جو ہمنے سوانح ابن یمین کے ضمن میں کہیں کہیں نقل کر دیا ہے اُس سے یہ ثابت ہے کہ باوجود قافیہ کی پابندی کے ابن یمین نہایت خوبی کیساتھ اپنے خیالات نثر میں ادا کرتے ہیں اقسوس غالباً بجز دیباچہ کلیات اور کوئی نمونہ ابن یمین کے کلام نثر کا موجود نہیں ہے۔ یہ دیباچہ حکیم مولوی سید مظفر حسین صاحب مہتمم دار الترجمہ حیدرآباد دکن کے پاس ہے جن کو تصنیفات و تالیفات قدیمہ سے ایک خاص دلچسپی ہے۔ ان سے فقیر تک پہنچا ہے۔ اسکی تعداد صفحات معمولی تقطیع پر (۶) ہے یعنے کوئی (۱۲۰) سطریں۔ اس دیباچہ کی افتتاح یعنے حمد و نعت عام مصنفین کے طریق پر ابن یمین نے بھی مقفے عربی سے کی ہے۔ پھر چھ سات سطروں کے بعد مقفے و مسجع فارسی میں اظہار مطلب کیا ہے۔ باعتبار مضامین یہ دیباچہ ۸ حصوں پر مشتمل ہے۔

(۱) حمد و نعت

(۲) ابن یمین کا شوق حصول علم

(۳) ابن یمین کے آبا و اجداد کے مشاغل

(۴) ابن یمین کے ترک ملازمت کے وجوہ

(۵) ابن یمین کی طبیعت کی ہمہ گیری و حصول فیضان صحبت و فضیلت سخن

(۶) علم کی وجہ سے انسان کا اشرف المخلوقات ہونا

(۷) اقسام سخن۔ نظم و نثر کا مقابلہ۔ جواز شعر

(۸) دیوان کا گم ہونا اور دوبارہ اسکی ترتیب۔

مذکورہ بالا حصوں میں سے بجز نمبر (۱) کے نمبر (۲) تا نمبر (۵) کا اقتباس ہم سوانح میں کر چکے ہیں نمبر ۶ میں ایک ایسی بحث ہے جسکی نقل ہمارے موضوع کے اعتبار سے کچھ زیادہ دلچسپ نہ ہوگی اسلئے نظرانداز کیجاتی ہے نمبر (۷) میں سے ہم صرف اسی قدر یہاں نقل کرتے ہیں جس سے ابن یمین کی نثرنویسی پر روشنی پڑتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

"چوں حال نظم و نثر بدین جملہ است کہ شمۂ تقریر افتاد۔ و اکثر اصحاب معانی را با شعر موانست و با شعر"
"بوس مجالست ہست۔ این ضعیف نیز از در منثور عاطل و از فضائل آن غافل نبود و بہر وقت باشارت"
"ملوک و سلاطین امثلہ برقم قلم مرقوم می گردانید و الطاف[۱] خداوندان و دوستان در کتابت مکتوبات"
"و رسائل باسعاف[۲] می رسانید و با مخادیم[۳] و احباب ابواب مراسلات و مخاطبات[۴] کشادہ می داشت و سوا"
"بعضے ازاں بآخر این ذکر بر بیاض ورقے چند خواہد نگاشت احیاناً[۵] و امتحاناً للسوس لا لادراک"
"المطعوم و الملبوس بیتے گفتہ می شد"

عبارت مذکورہ بالا سے ظاہر ہے کہ ابن یمین کبھی کبھی نظم لکھا کرتے تھے اور شاعری کو بہت کم کام میں لاتے تھے یعنے جب کبھی انکا دل چاہتا تھا یا یوں کہو کہ جب ضروریات زندگی اُن کو مجبور کرتے تھے مگر نثر لکھنے کا اُن کو بہت اتفاق ہوتا تھا۔ وہ ہمیشہ سلاطین و شاہان وقت کے حکم سے سرکاری تحریرات لکھا کرتے تھے نیز دوستوں، امیروں، عہدہ داروں، اور بڑے بڑے لوگوں سے انکی خط و کتابت و مراسلت رہا کرتی تھی اور مکتوبات و رسائل بھی لکھتے تھے خود اس عبارت میں اُنہوں نے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ آخر میں وہ خطوط وغیرہ کا کچھ نمونہ پیش کریں گے مگر افسوس ہے کہ یا تو وہ لکھا ہی نہیں گیا یا لکھا تھا اور گم ہوگیا ملا رشید یاسمی نے بھی اسکا ذکر کیا ہے کہ کلیات موجودہ طہران میں بھی ابن یمین کی وہ نثر جسکا انھوں نے دیباچے میں وعدہ کیا ہے موجود نہیں ہے۔

---

۱ الطاف - تعریف - مدح ۱۲
۲ اسعاف - تکمیل پورے طور سے ۱۲
۳ مخادیم - جمع مخدوم ۱۲
۴ مخاطبات - جمع مخاطبہ - مراد خطوط ۱۲
۵ اس فقرے کے دو معنی ہوسکتے ہیں اگر "لا" کے معنی "نہ کہ" لیں تو یہ معنی ہونگے اتفاقاً و امتحاناً جب کبھی دل چاہتا تھا (نہ کہ کھانا کپڑا مانگنے کے لئے) نظم بھی لکھ لیتا تھا اور اگر "لا" کے معنی "بلکہ" لیں تو یہ معنی ہونگے اتفاقاً و امتحاناً طبیعت کے شوق سے نہیں بلکہ خوراک و لباس طلب کرنے کے لئے نظم بھی لکھ لیا کرتا تھا۔ واقعات کے لحاظ سے یہ پچھلے معنی ہی ہم کو زیادہ موزوں معلوم ہوتے ہیں ۱۲

باوجودیکہ ابن یمین نثر نویسی میں بڑے مشاق تھے جیسا کہ انکے بیان سے ظاہر ہے مگر وہ نظم کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

"شہسواران میدان فصاحت و مبارزان مضمار[1] بلاغت مرکب بادپائے سخن را در اطراف و اکناف عالم"
"دوانیدہ اند۔ و در اظہار اعجاز عیسوی ید بیضائے موسوی بظہور رسانیدہ و کلمات مہذب و عبارات متعذب"
"را بدو قسم منثور و منظوم منقسم گردانیدہ۔ ہر چند سخن منثور کالورد[2] المسطور مشہور است فاما مرعی آنکہ[3]"

"دُر ارچہ اگرچہ پراگندہ ہم نکو است — اما بکجا بہ گوہر منظوم می رسد"

"و بر ضمیر عقدہ کشائے ارباب فراست و اصحاب کیاست پوشیدہ نماند کہ عروس دلربائے معانی را چندانکہ کسوۃ"
"لطیف تر و حلیہ شریف تر باشد اصحاب عقول سلیمہ و ارباب طبایع مستقیمہ بمواصلت او رغبت بیش نمایند و"
"ملاقات اورا نیکوتر قبولے پیش آیند"

دیباچے کا اہم ترین حصہ نمبر ۳ ہے جسمیں انہوں نے اپنے دیوان کے گم ہونے اور اسکے دوبارہ مرتب کرنیکا ذکر کیا ہے۔ اسکی پوری نقل ہم انکے کلام نظم کے ضمن میں حاشیہ پر کرینگے۔ اسی حصے میں وہ پرجوش قطعہ بھی ہے جو انھوں نے دیوان گم ہونے پر لکھا ہے اور جس سے انکا انتہائے صبر و استقلال و علو ہمتی ثابت ہوتی ہے۔

ب۔ نظم دیوان کا گم ہونا دوبارہ ترتیب

تقریباً تمام اگلے تذکرہ نویسوں اور مورخوں نے ابن یمین کے دیوان کے متعلق یہ لکھکر کہ سربداروں کی جنگ میں گم ہوگیا۔ تنقید و تقریظ سے اپنا پیچھا چھڑا لیا ہے مگر کسی نے یہ غور نہیں کیا کہ جنگ مذکور کب ہوئی اور اس کے بعد ابن یمین کتنے دن اور زندہ رہے اور اس مدت میں علاوہ قطعات کے جو بہت مشہور ہیں آیا اور بھی کچھ انھوں نے لکھا یا نہیں؟ ہمارے زمانہ میں مولوی شبلی نعمانی مرحوم نے بھی وہی پرانی لکیر پیٹی ہے اور شعر العجم میں جو غالباً فارسی شعرا کا سب سے آخری تذکرہ ہے اِسی بات کو دہرادیا بلکہ مزا یہ ہے کہ غلام علی آزاد بلگرامی نے تذکرہ یدبیضا میں جو یہ ذکر کیا ہے کہ "مینے ابن یمین کا دیوان دال کی تقطیع تک دیکھا ہے" اسکی تردید بھی بلا دلیل اسطرح کردی کہ "غالباً یہ قطعات کا دیوان ہوگا" غالباً

---

[1] مضمار۔ اکھاڑا۔ گھوڑے دوڑانے کا میدان ۱۲
[2] نثر کا کلام مثل تر و تازہ گلاب کے ہوتا ہے ۱۲
[3] فاما مرعی آنکہ۔ لیکن یہ ملحوظ ہے کہ ۱۲

مولوی شبلی مرحوم نے تذکرہ مرتب کرتے وقت یورپ کے کتبخانوں کی فہرستیں ملاحظہ نہ فرمائیں اور نہ کتب خانہ بانکی پور کی جہاں (۵۲۸) صفحے کا کلیات ابن یمین موجود ہے۔ مولوی شبلی حیدرآباد میں برسوں رہے تھے کم ازکم یہاں کے سرکاری کتب خانہ کی سیر فرما لیتے تو ابن یمین کا دیوان غزلیات ملتا یا ممکن ہے کہ اسوقت دیوان مذکور کتب خانہ آصفیہ میں موجود نہو۔ خیر ابن یمین کے کلام گم ہونیکا واقعہ ہم انکے ممدوحین کے ضمن میں اوپر بیان کرچکے ہیں کہ جنگ زاوہ میں جو وجیہ الدین مسعود سربدار اور ملک معزالدین حسین کرت سلطان ہرات کے درمیان ۱۳ صفر ۷۴۳ھ ہجری کو ہوئی تھی ابن یمین۔ وجیہ الدین کے ہمراہ تھے جب اس کو شکست ہوئی۔ میدان میں بھاگڑ مچی تو انکا سامان بھی جسمیں دیوان بھی تھا کوئی لوٹ کر لیگیا اور اسطرح انکا کلام ضایع ہوگیا۔ جنگ مذکور کے بعد وہ چھبیس سال تک زندہ رہے۔ پس جو کچھ سابقہ کلام سے انکو یاد تھا یا کہیں دوستوں سے اسکی نقل ملسکی وہ لیکر اور نیز آئندہ چھبیس سال تک جو کچھ انہوں نے کہا اس کو غرہ شوال ۷۵۳ھ ہجری میں ایک کلیات کی صورت میں مرتب کرلیا اور اسکے بعد وقتاً فوقتاً جو کچھ کہا اس میں درج کرتے گئے اس مجموعہ کے قبل انہوں نے ایک دیباچہ تحریر فرمایا جسکا اقتباس و ترجمہ یہ ہے۔

"جب شعر کہتے ہوئے بہت دن گزر گئے اور اشعار مدون کرلئے گئے تو وہ نسخہ سفر و حضر میں ہمیشہ میرے ساتھ رہا کرتا تھا اور اگر کوئی نظم نئی کہی جاتی تو وہ بھی اس میں چڑھا لیتا تھا۔ ناگاہ تقدیر یزدانی و قضائے ربانی سے اس جنگ میں جو بتاریخ ۱۳ صفر ۷۴۳ھ ہجری شیخ الاسلام سلطان الاولیا مرشد السالکین شرف الدین شیخ حسن جوری اور سلطان الاسلام شہنشاہ ہفت اقلیم وجیہ الحق والدین مسعود کی لشکر ہرات کے ساتھ ولایت خواف میں واقع ہوئی وہ نسخہ گم ہوگیا۔"

"بچنگال غارتگران اوفتاد وزاں پس ازو کس نشانے نداد"

اسکے تلف ہوجانے سے جو رنج و افسوس مجھ کو ہوا اسپر یہ قطعہ لکھا گیا۔

"گر بدستان ستد از دستم فلک دیوان من آنکہ او می ساخت دیوان شکر یزداں باقی است"

"اگرچہ دیوان گم شدہ اور اسکے مضامین کی ناقدان عبارت کے بازار اور صرافان سخن کی ٹکسال میں کچھ زیادہ

---

[1] خواف نیشاپور میں خواف ایک ضلع ہے جسکے متصل قصبہ زاوہ میں یہ جنگ ہوئی تھی ۱۲

[2] یہ قطعہ ہم نے ابن یمین کے ممدوحین کے زیر عنوان ملک معزالدین کرت کے حالات میں نقل کردیا ہے ۱۲

"قدر و قیمت نہ تھی۔ مگر جب بفضل خدا مجھ کو اُس ورطۂ خونخوار[۱] سے نجات ملی اور میں اپنے بیت الحزن کو"

"واپس ہوا تو میں نے اپنے دل میں کہا:"

"دیرے است کہ اندیشۂ آں دارم باز — گردون فلک ندارد از کارم باز"

"کاشعار پراگندہ چو بہفت اور نجم — مانندۂ پروین بہ نظام آرم باز"

"القصہ سابق کے کلام کا کچھ حصہ معزز معاصرین کی بیاضوں اور نامور فاضلوں کے کشکولوں سے جمع کیا"

"اور اسکے بعد جو کچھ کہا گیا وہ بھی اُسمیں شریک کیا گیا اسطرح ایک دوسرا دیوان جیسا کہ ہونا چاہیے ویسا"

"تو کیا مگر جیسا ہو سکتا تھا ایک کتاب کی شکل میں اس طور پر مرتب کر لیا کہ اگر کوئی شخص اس دریائے"

"اشعار سے دُرِ شاہوار نکالنا چاہے تو بآسانی مقصد حاصل ہو جائے۔ اکابر عصر و مفاخر زمانہ کے کرم عمیم"

"سے اُمید ہے کہ اس تودۂ طومار کو اگر مطالعہ کا شرف بخشیں اور اس عروس کو اگر بغیر زیور کے پائیں تو عیوب"

"کی اصلاح سے بندہ کو ممنون فرمائیں اور دعائے خیر سے یاد کریں۔ مرقوم غرہ شوال سنہ ۷۵۳ ہجری[۲]"

---

[۱] ورطۂ خونخوار سے ابن یمین کی مراد اپنی گرفتاری سے ہے اُسوقت اُنکو یہ اندیشہ تھا کہ جس شخص نے اُنکو گرفتار کیا ہے وہی قتل کر دیگا یا ملک معز الدین اُنکو غنیم کی فوج کا ایک ہمراہی ہونے کے جرم میں قتل کرا دیگا۔ ۱۲

[۲] اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ابن یمین کے دیباچہ کی اصل عبارت بھی جسکا ہمنے اقتباس کیا ہے یہاں نقل کر دیجائے تاکہ اُنکی فارسی نثر کا اندازہ بھی ہو جائے۔ (چوں روزگار دیر کشید و چند شعر بدرجۂ تدوین رسید نسخۂ آں در سفر و حضر مصاحب میداشت و اگر سخنے دیگر گفتہ می شد بداں میفزود تا نگاہ از قضائے ربانی و تقدیر یزدانی در محاربہ کہ شیخ الاسلام سلطان اولیا واللہ مرشد السالکین الی الثواب منقذ الهالکین من العقاب شرف الدین شیخ حسن جوری قدس اللہ نفسہ و جعل حظیرۃ القدس رمسہ و سلطان الاسلام شہنشاہ هفت اقلیم المؤید من السماء والمظفر علی الاعدا وجیہ الحق والدین مسعود صب اللہ علیہ السحاب رضوانہ واسکنہ بحبوحۃ جنانہ بالشکر ہرات و ولایت خواف در پیش زم صفر ختم بالخیر والظفر سنہ ثلاثہ و اربعین و سبعمائہ واقع شد۔ بہ چنگال غارتگراں او فتاد؛ و زاں پس از وکس نشانے نداد و در شرح تلہف و تاسف بر فقدان آں قطعہ گفتہ شد وھی: — گر بدستاں بستد از دستم فلک لولوئے من؛ آنچہ او می ستاند و خستہ تو نتواند بستد از اسرار است ہر چند نقد دیوان و کلمات آں را در رستہ بازار نا قدان عبارت و معبران معیار استعارات زیادتے عیارے و بیشتر مقدارے نبود فاما چون تفضل کردگار سابان ورطۂ خونخوار خلاص یافتہ شد و با بیت الاحزان مراجعت کردہ آمد بر موجب المرء مشغوف بابنہ و بشعرہ با دل گفتم رباعی دیرے است کہ اندیشۂ آں دارم باز؛ گردون فلک ندارد از کارم باز؛ کاشعار پراگندہ چو بہفت اورنجم؛ مانندۂ پروین بہ نظام آرم باز؛ القصہ بطول بابیتے چند از انچہ پیشتر گفتہ شدہ بود از جرائد افاضل نامدار و سفائن اماثل روزگار التقاط کردہ شد و انچہ بعد ازاں اتفاق افتاد بداں الحاق کردہ آمد و دیوان دیگر چنانچہ باید نہ چنانچہ آید در سلک کتاب منتظم گشت و نظر برانکہ تا ہر کہ در بحر آں اشعار ہوس دُرّ شاہوار غواصی کند باندک سعی بر مطلوب خود ظفر یابد و از محجوب بہرہ ور گردد اساس آں بر سیاق (استیفا) (گویا الف با باشد) نہادہ شد۔

کما تراہا انشاء اللہ وحدہ

متوقع از کرم عمیم و لطف جسیم اکابر عصر و مفاخر دہر آن است کہ چون ایں مطولات بے طائلہ را بہ تشریف مطالعہ مشرف گردانند باصلاح معائب و اوضاح اطائب منتہائے بے منتہا بر جان بندہ نہند و بہ دعائے خیر مدد دہند فی جمیع ذالک غرہ شوال سنہ ثلث و خمسین و سبعمائہ والحمد لولیہ اولاً و آخراً والصلوٰۃ علی نبیہ باطناً و ظاہراً"۔

عبارت مذکورہ بالا سے واضح ہے کہ ۷۵۳ھ ہجری میں ابن یمین نے دوبارہ اپنا دیوان مرتب کر لیا تھا اور غالباً وقت وفات (۷۶۹ھ) تک جو کچھ کہا وہ اسمیں اضافہ کرتے گئے۔ پروفیسر براؤن صاحب نے باوجودیکہ بڑے محقق ہیں اپنی تاریخ ادبیات ایران جلد سوم میں ابن یمین کے دیوان کا ذکر نہیں کیا مولوی خدا بخش خانصاحب مرحوم سابق چیف جسٹس حیدرآباد دکن کے کتب خانہ واقع بانکی پور کی فارسی فہرست سے جسکا نام محبوب الالباب ہے معلوم ہوتا ہے کہ کتب خانہ مذکور میں (۳۳) جزو کا کلیات ابن یمین موجود ہے جسکے دیباچہ کے متعلق فہرست مذکور کے صفحہ ۵۵۴ - ۵۵۵ میں لکھا ہے کہ وہ خود ابن یمین کا لکھا ہوا ہے۔ ڈاکٹر اسپرنگر نے شاہانِ اودھ کے کتب خانہ کی جو فہرست مرتب کی تھی اور جسکی اصل کتب خانہ آصفیہ واقع حیدرآباد دکن میں بھی ہے اسمیں بھی دیباچہ کلیات مدونہ ۷۵۳ھ ہجری ابن یمین ہی کا لکھا بیان کیا ہے مگر انگریزی فہرست کتب خانہ بانکی پور مرتبہ مولوی عبدالمقتدر صاحب مطبوعہ کلکتہ بنگال سکریٹریٹ بک ڈپو ۱۹۰۸ء جلد اول سے معلوم ہوتا ہے کہ کتب خانہ مذکور میں جو کلیات ہے وہ ۷۵۶ھ ہجری میں مرتب ہوا تھا اور اسپر ابن یمین کے کسی گمنام دوست کا لکھا ہوا دیباچہ ہے۔ قصہ مختصر ۷۵۳ھ یا ۷۵۶ھ کا مرتبہ کلیات ابن یمین اسوقت ہندوستان۔ انگلستان۔ ایران۔ جرمنی۔ وغیرہ کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہے۔ حیدرآباد میں بھی ابن یمین کا کلیات میرے علم میں ایک جگہ اور دیوان و غزلیات تین جگہ ہے ۷۵۳ھ کے مرتبہ نسخہ میں ابن یمین کے آخر حیات تک کا کلام درج ہو گیا ہے اور اسمیں اُن سلاطین کے مدحیہ قصائد بھی موجود ہیں جو سال ترتیب دیوان ۷۵۳ھ سے وفات ابن یمین ۷۶۹ھ ہجری تک حکمراں رہے۔

اگرچہ زمانہ قدیم میں واقعات کو ایک ملک سے دوسرے ملک میں پہنچانے کے ذرائع مفقود یا بالکل کم تھے اور ابن یمین کو زمانہ کی ناقدر شناسی کی بیجا شکایت بھی تاہم انکی زندگی ہی میں انکی شہرت اسقدر ہو چلی تھی کہ بڑے بڑے امراء و سلاطین کے درباروں میں انکا کلام پہنچ چکا تھا اور انکے نام نامی سے ایران و توران و عراق و عجم کے فرمانرواؤں کے کان آشنا تھے۔ اپنے کلام کی شہرت کے متعلق انکا یہ کہنا کوئی مبالغہ نہیں ہے۔

سراسر در جہانگیری چو شاہ اختران قادر	عراق آوردہ زیر حکم و اقلیم خراساں ہم

اسی طرح اپنی قابلیت کے متعلق بھی انکا یہ دعوے محض شاعرانہ تعلی نہیں ہے۔

افزون ز دو قرن است کہ تا خلق برانند — کو بر فضلا ہست در آفاق مفضل

بڑے بڑے قابل اشخاص اصلاح کے لیئے اپنا کلام انکے پاس بھیجا کرتے تھے اور اپنی کتب و رسائل پر اُنسے دیباچے لکھوایا کرتے تھے۔ اس امر کا پتہ بھی چلتا ہے کہ وفات سے (۲۶) برس قبل ہی اُن کا مختلف کلام لوگوں کے پاس موجود تھا۔ چنانچہ دیوان گم ہوجانے کے بعد انہوں نے ایک دوست منوچہر نامی سے قطعہ ذیل لکھکر اپنا کلام طلب کیا تھا۔

شرف دوات و دین اشرف دیوان ہنر — آن منوچہر کہ خبات دہ مینوست بچہر
گفتہ چند و سے دو سال است گفتہ تو یافتہ ام — آورم نزد تو روزے ز سر شفقت و مہر
روز کہ رفت و نیاورد دگر چہر برید — او ہم از بندۂ خود ابن یمین پیچہ سپہر

نیز انکے دیباچے سے بھی ثابت ہے کہ معاصرین و فضلائے عہد کی بیاضوں سے انہوں نے اپنا گم شدہ کلام فراہم کیا۔ قطعہ ذیل سے یہ ثابت ہے کہ دور دراز مقامات کے باشندے بھی انکا کلام دیکھنے کے مشتاق رہتے تھے حتی کہ پادشاہ مازندران نے ایک مرتبہ اُنسے انکا کلام طلب کیا تھا اور انھوں نے اس قطعہ کیساتھ روانہ کیا۔

از آستانہ جاہ و جلال خسرو عہد — خدیو کشور داد و دہش پناہ شاہ
مثال ممتثل آمد بہ بندہ ابن یمین — کہ شعر خویش روان کن بسوئے این درگاہ
شدہ چہار جزو ز اشعار ہم فرستادم — بسان نامۂ اعمال خویش کردہ سیاہ

اب ہم بطور اجمال انکے مختلف قسم کے کلام کی توضیح کرتے ہیں۔

قصائد

ابن یمین نے سینکڑوں قصیدے لکھے ہیں جنمیں بجز چند قصائد کے جو حمد و نعت و منقبت و موعظت میں ہیں باقی تمام قصائد میں تخمیناً (۶۵) اشخاص کی مدح کی ہے جنمیں سے بعض مشہور امراء و سلاطین کا مجمل تذکرہ ہم اوپر کر آئے ہیں۔ قصائد کے مختلف اشعار اور مطلعات سے جو اس مضمون میں آگئے ہیں ابن یمین کی روانی کا اندازہ ہوسکتا ہے اور اسمیں شک نہیں ہے کہ وہ بہت بے تکلف اپنے خیالات قصائد میں ادا کرتے ہیں اور بڑے بڑے واقعات نہایت خوبی سے اختصار کے ساتھ نظم کر جاتے ہیں اس اعتبار سے انکے قصائد کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے البتہ بلند خیالی و معنی آفرینی جو انوری و ظہیر وغیرہ استادان قصیدہ کے کلام میں

پائی جاتی ہے اس سے انکے قصائد عموماً معری ہیں اور اس لحاظ سے انکا مرتبہ انوری وظہیر کے بعد قرار دیا جا سکتا ہے اور اول درجے کا شاعر، قصیدہ گو، انکو نہیں کہا جا سکتا۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ابن یمین میں بلند مضامین و معانی پیدا کرنے کی قدرت نہ تھی بلکہ سبب یہ تھا کہ ابن یمین کا زمانہ شاعری کے تنزل کا زمانہ تھا چنگیز خانی مغلوں نے ایران کو تہ و بالا کر رکھا تھا شاعروں کو اطمینان نصیب نہ تھا۔ شعر کی کچھ قدر بھی نہ تھی قابل ولائق افراد اسطرف رخ نہ کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ۸ ٹھویں صدی ہجری کی ابتدا سے (۶۹) سال تک یعنے سعدی کی وفات سے خواجہ حافظ شیرازی کی جوانی تک بجز ابن یمین کے شاعری کے کلبۂ تاریک کا روشن کرنے والا کوئی چراغ نظر نہیں آتا بقول رشید یاسمی یہی وہ شاعر ہے جسنے شعر گوئی کا تاج سعدی سے امانتاً لیکر انکے وارث حقیقی حافظ تک پہنچا دیا۔ میرے خیال میں اگر ابن یمین کو اطمینان کا زمانہ ملتا تو جو زور طبیعت انہوں نے قطعات میں دکھایا ہے وہی قصائد میں دکھاتے مگر اتفاق سے انکو ایسا زمانہ ملا اور یہ قاتل، ڈاکو، بے پڑھے سپاہیوں اور لٹیروں کی جو اپنے تئیں سلاطین وشہنشاہ کے لقب سے موسوم کرتے تھے۔ تعریف کرکے اپنا الو سیدھا کرتے تھے اور قصائد میں نازک خیالی وبلند پروازی دکھانا بھینسوں کے آگے بین بجانا سمجھتے تھے۔ زمانہ کا اثر شعرا پر بہت پڑتا ہے۔ نواب سعادت علیخاں والی اودھ کی صحبت سے انشاء اللہ خاں انشا جیسے علامہ کی قابلیت خاک میں ملگئی جسنے انکے کلام کو متانت کے رفیع زینے سے گرا کر ہزل وتمسخر کے گڑھے میں پہنچا دیا۔

اب ہم پھر وہی سلسلہ شروع کرتے ہیں ابن یمین نے بعض قصائد دوسرے اُستادوں کے قصیدوں کے جواب میں بھی تحریر کئے ہیں مگر یہ مضمون متحمل نہیں ہو سکتا ورنہ اُنکے قصائد کا مقابلہ کیا جاتا مدحیہ قصائد کے اشعار کا نمونہ ابن یمین کے حالات میں دکھایا جا چکا ہے۔ البتہ یہاں ایک قصیدہ جو موعظت میں ہے درج کر دینا بے محل نہ ہوگا:۔

قصیدہ در موعظت

ایہا الناس دل از کار جہاں بر گیرید	رستگاری طلبید در رہ داور گیرید
یا چو پروانہ درآئید بہ نور ظلمات	ہر زماں شمع صفت سوز دل از سر گیرید
چہرہ در بوتہ اخلاص بہ کردار خلاص	از تف آتش دل یکسرہ در زر گیرید

بگزرید از سر شر چوں زشما خیرے ہست / مبدء خیر بود آنکہ کم شر گیرید
خیزد از بحر معاصی گہر عیش ولیک / تا نگردید غریقش کم گو ہر گیرید
ہرچہ از نیک و بد امروز نہاں می دارید / جملہ فردا بہ ظہور آید و کیفر گیرید
آخر کار چو ایں رہ بہ ذہبے می نرود / ترک ایں راہ کنید و رہ دیگر گیرید
دہقنت بر صفت اہل صفا پیشہ کنید / تا بتدریج بر کشتہ خود بر گیرید
رہ بہ مقصد نہ برد ار نبود راہبرے / تا رسد راہ بہ مقصد پئے رہبر گیرید
رہبرے کو بود ایمن ز خطا در رہِ حق / جز پیمبر نبود ۔ راہ پیمبر گیرید
مصطفےؐ ۔ آنکہ چو بر تربت یثرب گزرید / از چراغ دلِ او شمع صفا در گیرید
وانکہ دانش بہ صفا ہست یکے شہر علوم / اندراں شہر در آئید و رہ در گیرید
مرتضےؑ ۔ را در آں شہر شناسید کہ اوست / آں کز و رسم و رہ شرعِ مطہر گیرید
رفعت منزلتش گر بہ یقیں نشناسید / اولیں پایۂ او طارم اخضر گیرید
کثرت علم وے از لفظ سلونی دانید / زور بازوش قیاس از درِ خیبر گیرید
ہست چنداں ہنر او را کہ چو تعداد کنند / کمتریں منقبتش کشتن عنتر گیرید
اے عزیزان سخن بے غرض از ابن یمین / بشنوید و ہمہ بر خاطر انور گیرید
گر از تشنگی روز قیامت ترسید / دامن مرحمت ساقی کوثر گیرید
در زمین دل و جاں دانہ مہرش کارید / تا بر کشتہ خود ہرچہ نکوتر گیرید

غزلیات

دیوان کی عدم دستیابی کی وجہ سے ابن یمین کی غزلیات پر اگلے تذکرہ نویسوں میں سے کسی نے بصراحت رائے زنی نہیں کی مولوی شبلی نے شعر العجم میں تذکرہ ید بیضا مولفہ غلام علی آزاد بلگرامی سے حسب ذیل دو شعر نقل کرکے ریمارک کیا ہے کہ ”واہ غزل میں کم پایہ نہیں“۔

زخود بیگانہ بودن در رہ عشق / بہ آں معشوق طرح آشنائی است
سرمہ اے دیدہ ہر دم عشق غماز مرا / تا نسازد فاش پیش مردماں رازِ مرا

کتب خانۂ آصفیہ میں جو انکا دیوان ہے اسکا حجم (۲۳۲) صفحہ ہے جسکے ہر صفحہ میں (۱۳) (۱۴) اشعار ہیں

اسطرح تقریبا (۳۲۴۸) اشعار ہیں۔ غزلیات جو مکمل دیوان میں درج ہیں اور جن میں رطب و یابس سب کچھ موجود ہے اسکی کمزور غزلوں کے متعلق مرزا علی اکبر خاں مدیر مدرسہ سیاسی طہران و اڈیٹر اخبار صور اسرافیل کو شبہ ہے کہ یہ شاید کسی دوسرے ابن یمین کی ہونگی مگر ملا مرتضیٰ یا ہمی اسی خیال کی تردید کرتے ہیں۔

میرے مکرم دوست مولوی حکیم سید مظفر حسین صاحب صفیؔ دارد ارا ترجمہ بھی جنکی نظر سے اکثر نایاب قلمی کتب گزر چکی ہیں ذکر کرتے تھے کہ انہوں نے ایک ایسا دیوان ابن یمین دیکھا ہے جسکی غزلیات میں ابن یمین کے کلام کی پختگی نہ تھی اور اس سے شبہ ہوتا تہا کہ وہ دیوان کسی دوسرے ابن یمین کا ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ بجز محمود ابن یمین الدین فریومدی کسی تاریخ یا تذکرہ میں کسی اور ابن یمین کا نام نہیں دیکھا گیا اور یہ بات قرین قیاس نہیں ہے کہ دو شاعروں کے وطن ولدیت۔ نام کنیت اور تخلص سب باتیں ملجائیں یا کوئی شخص ایسے مشہور شاعر کی کنیت و تخلص اختیار کرکے۔ حقیقت یہ ہے کہ عام طور پر شعرا کے لڑکپن اور بڑھاپے کے کلام میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات پختہ کار شعرا کے ایک ہی زمانہ کے کلام میں بھی اسقدر مغایرت ہوتی ہے کہ جدا جدا دو شخصوں کا کلام معلوم ہوتا ہے نیز بعض اوقات معمولی شعرا سے کوئی ایسی نظم نکل جاتی ہے کہ بڑے بڑے اساتذہ اسکا جواب دینے سے عاجز ہوتے ہیں اور کبھی کسی پرانے اُستاد سے کوئی ایسی پھسپھسی نظم نکلجاتی ہے جس سے اُسکی اُستادی کو بٹہ لگجاتا ہے۔ ابن یمین نے ساٹھ ستر سال شاعری کی ہے۔ انکے کلام میں کیا کیا فرق ہوگا اسلیے ہم بھی مرزا علی اکبر خاں دہخدا اور مولوی سید مظفر حسین صاحب کے شبہات کو کلام کے اس فرق پر ہی محمول کرتے ہیں اور اس بحث سے اب قطع نظر کرکے یہاں دو ایک غزلیں اور چند اشعار نقل کیے جاتے ہیں جن سے انکے عارفانہ کلام کا رنگ معلوم ہوگا۔ ایک طرح جسمیں سعدی خسرو۔ صائب و عرفی وغیرہ نے بھی طبع آزمائی کی ہے اُس پر ابن یمین لکھتے ہیں۔

روزِ محشر عاشقاں را با قیامت کار نیست — کارِ عاشق جز تماشائے جمالِ یار نیست

آرزوئے جان ما در ہر دو عالم وصل اوست — جز وصال او بہ ما چیزے دگر در کار نیست

از سر کویش اگر سوئے بہشتم می برند — پائے ننہم گر در آنجا وعدہ دیدار نیست

ہر طرف ہر سو کہ می بینم بسوئے این و آں — غیر آں دلدار ما چیزے دگر در کار نیست

سالہا ابن یمین در بستر غم خفتہ است	اے طبیبا گوشۂ چشمے بریں بیمار نیست

یہ غزل بھی ملاحظہ ہو اسپر مصرعے لگا کر خود ابن یمین نے تخمیس بھی کی ہے۔

تا چند عمر خویش بہ خوباں بسر کنیم	من بعد ما ز عشق مجازی حذر کنیم
ذرات کائنات حجاب جمال اوست	آہے کشیم و ایں ہمہ زیر و زبر کنیم
گفتم کہ چیست حال منت تا ابد نگفت	ما وعدۂ وصال ترا در بدر کنیم
دیدار خود بہ ملک دگر وعدہ کرد یار	خیز ید عاشقاں ہمہ عزم سفر کنیم
ابن یمیں حکایت دور و دراز چیست	عشق است ہر چہ ہست سخن مختصر کنیم

ایک غزل کا مطلع ہے۔

بادۂ رنداں ما در ساغر و پیمانہ نیست	مستی ایں مے پرستاں از مئے و میخانہ نیست

ایک اور مطلع ملاحظہ ہو۔

سالہا شد کہ بسودائے تو سر می بازم	زاری سوزم و با درد و غمت میسازم

قطعات

ابن یمین کی شاعری کا مایۂ ناز حصہ انکے قطعات ہیں جنکی مقدار بقول ملا رشید یاسمی کلیات کا نصف حصہ یا پانچ ہزار اشعار ہیں۔ یہی وہ چیز ہے جسنے اُن کو بالعموم تمام شعرائے ایران میں اور بالخصوص آٹھویں صدی ہجری کے اساتذہ میں ممتاز کر دیا ہے اور بقول پروفیسر اڈورڈ براؤن صاحب کے زندہ جاوید بنا دیا۔ تمام تذکرہ نویس اس پر متفق ہیں کہ ابن یمین قطعہ گوئی میں اُستاد ہیں۔ عموماً اہل ذوق جسطرح قصائد میں انوریؔ کو غزل میں سعدی کو مثنوی میں فردوسی کو اور رباعیات میں عمر خیام کو پیغمبر سمجھتے ہیں اسیطرح قطعہ کی نبوت ابن یمین پر ختم جانتے ہیں۔ صاحب تاریخ حبیب السیر لکھتے ہیں کہ اسکے قطعات غالباً آج تک چھوٹے بڑوں کے دلوں پر کندہ ہیں۔ دولت شاہ کہتے ہیں کہ انکے قطعات بادشاہوں کے درباروں حاکموں، امیروں، وزیروں، اور فاضلوں کی مجلسوں میں نہایت قدر و منزلت سے پڑھے جاتے ہیں مولوی عبد الغنی خانصاحب فرخ آبادی اپنے مختصر تذکرۃ الشعرا میں فرما گئے ہیں "از عارفان کامل است در نظم قدرت بکمال داشت۔ مولوی شبلی شعر العجم میں لکھتے ہیں" انکا خاص رنگ اخلاقی شاعری ہے اور اسمیں بھی قناعت و خود داری انکا خاص حصہ ہے ان مضامین کو انسے بہتر آجتک کوئی ادا نکر سکا

اور چونکہ انکا قال حال کی تصویر ہے اسلئے خاص اثر رکھتا ہے" انکے قطعات کی شہرت یورپ ایشیا کے
بہت سے ملکوں میں ہے۔ ایران تو خیر انکا گھر تھا۔ انگلستان جرمنی۔ اسٹریا و ہندوستان میں یہ
انہیں قطعات کی بدولت آج تک زندہ ہیں۔ انکی جسمانی حیات اسی برس میں ختم ہو گئی مگر روحانی
زندگی پونے چھ سو برس سے قایم ہے اور باوجود ناقدری زمانہ امید ہوتی ہے کہ انکی یہ حیات بہت
طول کھینچیگی بلکہ کیا عجب ہے جو بقائے دوام کی صورت اختیار کر لے۔ انکے قطعات کا ترجمہ جو جرمنی
زبان میں بھی ہو چکا ہے ڈاکٹر ملشتا وسلر ڈ ایک مشہور جرمن فارسی دان نے ترجمہ کر کے چھپوایا ہے
اڈورڈ براؤن صاحب نے تاریخ ادبیات ایران جلد سوم میں اسکا ذکر کیا ہے ملا رشید یاسمی جو ایک
نہایت وسیع النظر علامہ ہیں فرماتے ہیں کہ "میں ان کو پڑھکر پہچان نہ سکا کہ یہ ابن یمین کے کلام کا
ترجمہ ہے" حقیقت یہ ہے کہ نظم کا ترجمہ نظم میں کرنا اور اس نظم کے جوش و جذبات و خط و خال انکو
مسخ نہ ہونے دینا بہت مشکل ہے تاہم ڈاکٹر موصوف نے حق قدردانی اہل ہند سے زائد ادا کر دیا ہندوستان
میں اب سے کوئی تیس برس قبل مٹرک کے فارسی کورس میں انکے قطعات کا انتخاب تھا جس نے ہزارہا
طلبہ کو ان سے روشناس کر دیا تھا۔ جہاں تک میرا خیال ہے ہندوستان میں انکے قطعات صرف دو مرتبہ
شایع ہوئے ہیں ایک دفعہ ۱۸۶۵ء میں جماعت اشاعت علوم نے مطبع مظہر العجائب کلکتہ میں طبع
کرائے تھے مگر یہ مجموعہ بہت ناقص و غلط تھا۔ دوسرا اڈیشن مطبع دار الاقبال بھوپال کا ہے جو باہتمام
محمد جمال الدین خانصاحب مدار المہام ریاست طبع ہوا تھا۔ اسکا سنہ طبع ثبت نہیں ہے یہ بھی بہت
ناقص ہے اور غلط چھپا ہے۔ اسمیں کچھ کم پانسو قطعات ہیں جنکے تخمیناً ڈھائی ہزار اشعار ہوں گے
اسطرح بمقابلہ کامل مجموعہ کے اینں بھی کوئی ڈھائی ہزار اشعار یا پانسو قطعے کم ہیں جس حالت میں کہ
بڑے بڑے اساتذہ کی رائے انکے قطعات کے متعلق لکھی جا چکی ہے اس پیچمدان کو کچھ اضافہ کرنے
کی ضرورت نہیں ہے مگر اس قدر عرض کر دینا مناسب سمجھتا ہے کہ ان قطعات کی خوبی و دلکشی نے میرے
دل کو مسخر کر لیا ہے۔ اور حضرت ابن یمین سے مجھے ایک خاص محبت بلکہ عقیدت ہو گئی ہے میری
ذاتی رائے یہ ہے کہ بجز سعدی کے جسکا ثبوت آئندہ محاکمے سے ملیگا باقی تمام استادوں سے ان کے
قطعات بہتر و برتر ہیں اور بعض قطعے تو ایسے ہیں جن کا جواب زبان فارسی میں نہیں ہے ملا رشید
یاسمی فرماتے ہیں" ابن یمین اور انکے جانشین حافظ نے ایک ایک راستہ اپنے لئے اختیار کیا اور

باقی رہ گیں نااہلوں کے واسطے چھوڑدیں۔ حافظ نے غزل لی اور ابن یمین نے قطعہ۔ یہی فن قطعہ گوئی ہے جس نے ابن یمین کو آٹھویں صدی ہجری کے شعرا کا سرتاج بنادیا" اسمیں شک نہیں کہ اخلاقی قطعات میں انہوں نے نہایت اختصار و روانی کیساتھ عملی زندگی کے متعلق بے نظیر نکات بیان کئے ہیں۔ ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ نہایت بے تکلفی کے ساتھ قطعہ شروع کردیتے ہیں اور ضرورتیں تشبیہات وغیرہ دیکر ختم کردیتے ہیں اگر آج کوئی شخص صحت کے ساتھ انکے قطعات طبع کرائے تو اخلاقی مسائل کا ایک بینظیر مجموعہ تیار ہوجائے علاوہ اخلاقی قطعات کے بہت سے قطعے روزمرہ کی ضروریات و واقعات کے متعلق ہیں اس قسم کی قطعہ نویسی میں ان سے بڑھکر کوئی شخص قادر نظر نہیں آتا رقعے۔ شقے۔ تقاضے۔ یاددہی۔ مطالبات۔ معاہدہ۔ دستاویز وغیرہ وغیرہ نثر میں لکھنے کی بجائے وہ نظم میں اس اختصار و خوبی کے ساتھ لکھدیا کرتے تھے کہ ایک اعجاز معلوم ہوتا ہے اسی قسم کے قطعات کی بنا پر انکی سوانحعمری مرتب کرنے میں بڑی مدد ملی۔ بعض اوقات قطعہ میں وہ سیاسی مسائل نظم کردیتے تھے اور انکی زبان سے نکلتے ہی لوگوں کے دلوں میں گھر کرلیا کرتے تھے۔ چونکہ مضمون بہت طول ہوگیا اسلئے قطعات قسم ثانی سے جو گزشتہ اوراق میں جابجا آچکے ہیں قطع نظر کرکے چند اخلاقی قطعے درج کئے جاتے ہیں۔

دولت و فقر کا مقابلہ

نیک ہمان است کہ می بگذرد — راحت تو محنت دوشین ما
خوردن تو مرغ مسمن و مے — بے نمکین نانک[۱] جوئین ما
خوان زر و صحنک سیمین تو — سیر[۲] زدہ کاسہ چوبین ما
قاقم و سنجاب ترا تکیہ گاہ — خار و خسک بستر و بالین ما
پوشش تو اطلس و دیبا حریر — بخیہ زدہ خرقہ پشمین ما
زین زر و اسپک[۳] تازی تو — بورہ شدہ کفشک[۴] چوبین ما

طبل قیامت چو یکایک زنند
آن تو کار آید و یا این ما

۱ جو کی ٹکیا ۱۲ ۲ لہسن کی بدبو کا ۱۲ ۳ سرنگ ٹٹو ۱۲ ۴ چھوٹا جوتا جسمیں پاؤں نہ سما سکے ۱۲

صبر کی کوئی حد بھی

گردش گردون دوں آزادگاں را خستہ کرد ۔ کو دل آزادہ کز زخم دل مجروح نیست
در عنا تا کے تواں بردن بامید بہی ۔ گر کسے را صبر ایوب است عمر نوح نیست

مسافت عمر

از کوئے حیات تا در مرگ ۔ جز نیم نفس مسافتے نیست
ویں طرفہ کہ اندریں مسافت ۔ گامے نہ نہی کہ آفتے نیست

گوشہ راحت

کنجے کہ درو گنجش اغیار نباشد ۔ ہر کس ز تو و بر تو ز کس بار نباشد
رودے و سرودے و حریفے دو سہ یارے ۔ باشد کہ عدد بیشتر از چار نباشد
رودے و شرابے و کبابے و ربابے ۔ شرط است کہ ساقی بجز از یار نباشد
ایں دولت اگر دست دہد ابن یمیں را ۔ با ہیچ کسش در دو جہاں کار نباشد

بخت برگشتہ

طالعے دارم آنکہ از پئے آب ۔ چوں روم سوئے بحر بر گردد
ور ز دوزخ طلب کنم آتش ۔ آتش از یخ فسردہ تر گردد
قدمے چند گر بہ سبزہ نہم ۔ سبزہ فی الحال نیشتر گردد
در زمیں گر طلب کنم کف خاک ۔ خاک فی الفور تیغ زر گردد
ور ز کوہ التماس سنگ کنم ۔ سنگ نایاب چوں گہر گردد
گر کنم عرض حال پیش کسے ۔ ہر دو گوشش بحکم کر گردد
ایں چنیں حالہاش پیش آید ۔ ہر کرا روزگار بر گردد
بہمہ حال شکر ابن یمین ۔ کہ مبادا ازیں بتر گردد

اہل کمال کی ناقدری کا سبب

با خرد گفتم اے مدبر کار ۔ کس بدانش چو تو نشاں ندہند
چیست حکمت کہ از خزانۂ غیب ۔ قوت یک شب بہ نیکواں ندہند

به خسیسان دهند نعمت و ناز	اهل دل را امان جان ندهند
آنچه با خاسدان سفله دهند	با بزرگان خورده دان ندهند
گنج قارون دهند دونان را	با هنرپیشه نیم نان ندهند
ناکسان را دهند خرمنها	برگ کاهی به راستان ندهند
کرگسان را دهند شهد و شکر	به همایان جز استخوان ندهند
عقل گفت این حدیث نشنیدی	هر کرا این دهند آن ندهند

تلاش معاش

گفتند چو رزق هست مقسوم	زحمت چه کشی ز بهر جستن
گفتم که بلی ولی ازین پیش	گشتست حوالهٔ معین
روزی یکی به مصر و شام است	وان هم دگری به روم و ارمن
از بنده مبین تو این تکاپو	کاین حکم خدای راند بر من
بی هیچ شکی نفاذ یابد	حکمی که کند خدای ذوالمن

گنج قناعت

دو تای نان چو از گندم است یا از جو	دو تای جامه گر از کهنه است یا از نو
به چار گوشهٔ دیوار خود به خاطر جمع	که کس نگوید ازین جا بخیز و آنجا رو
هزار بار فزون تر به نزد ابن یمین	ز فر مملکت کیقباد و کیخسرو

گوشهٔ عافیت

کنجی و سه چار کتابی و خوردهٔ	از بهر ذوق نفس ز تاج و سریر به
وز بهر ستر جامهٔ پشمین و خرقهٔ	از اطلس و قصب و شعر حریر به
وز بهر دفع تشنگی از کوزهٔ سفال	آب مباح سرد ز جام عصیر[1] به
حلوا و مرغ و تره اگر نیست گو مباش	صحبت چو هست از همه نان فطیر به
وجه کفاف اگر بکف آید ز دهقنت	نزد خرد ز خدمت شاه و وزیر به

[1] شربت - شراب ۱۲

ننگ خدمت

ز قطع راه دراز امل غنی نشوی — بر آستان قناعت اگر مقام کنی

یکے دو گاو بدست آوری و مزرعهٔ — یکے امیر و دگر را وزیر نام کنی

اگر کفاف معاشت نه گیرد دین نیز — روی و نان جوین از یهود وام کنی

هزار مرتبه بهتر به نزد ابن یمین — کمر به بندی و بر مردکے سلام کنی

فنا و فرصت

اے دل آگه نیستی کز پیکرت باد فنا — ناگهه انگیزد غبارے چون میان گرد گرد

زاہد خدالان زهد پر قهر چون ریزان شود — هر که دارد بر در طاعت جهان دست برد برد

در مصیبت ناله کم کن کین جزع ماند بدان — بره را می برد گرگ و اشتلم میکرد کرد

هر کرا بود اختیار و وقت فرصت فوت کرد — چون به مردان ناسپاس بے خرد نامرد مرد

ساقیا درمان ندارد خشک ریش روزگار — باده درده تا فرو ریزم زروے زرد درد

دم مزن ابن یمین از دهر کاین ناجهر ما — بس امیر و پیشوا را اتحوا انها خورد خورد

مثنویات

ملا رشید یاسمی ابن یمین کی صرف دو مثنویوں کی نشاندہی کرتے ہیں ایک "آثار عشق" دوسری "عوالم التصوف" مگر ان کو ابن یمین کے کلام کے ملحقات سمجھکر اور انہیں کوئی اہمیت نہ دیکھکر اظہار رائے نہیں فرماتے صرف ایک ایک شعر نمونۃً تحریر کر دیا ہے۔ پہلی مثنوی کا مطلع یہ ہے۔

حیرت ما به خویش افزون کن — چهره را از نقاب بیرون کن

دوسری مثنوی اس شعر سے شروع ہوتی ہے۔

طلب تا محرم اسرار گردی — بدان مطلوب یار غار گردی

ملا رشید بہت ہی وسیع النظر شخص ہیں ممکن ہے کہ ان مثنویوں کے منسوبہ ہونے کے دلائل وہ رکھتے ہوں کتب خانہ بانکی پور کی انگریزی فہرست سے ظاہر ہے کہ وہاں کے نسخہ میں ایک مثنوی موسوم بہ "کارنامہ" بھی شریک ہے جس میں ابن یمین نے اپنے وطن فریومد کے خوشنما قدرتی مناظر دکھائے ہیں اور بعض اپنے اقارب و مشاہیر عصر کا ذکر کیا ہے۔ اس مثنوی کا مطلع یہ ہے۔

رسیدی لطف بے اندازہ کردی	نسیم صبح جانم تازہ کردی

یہ مثنوی ۱۲۱ھ کی تصنیف ہے۔ اسکے متعلق ابن یمین فرماتے ہیں۔

کہ اندک روزگا رے نیک اندک	ز ہجرت ہفت صد بود و چل و یک
بپایاں شاخ کس چوں من نہ زفتا است	بدنیساں کارنامہ کس نگفت است

اگرچہ اس مثنوی کی بحر تو وہی ہے جو طہرانی نسخہ کی دوسری مثنوی "عوالم التصوف" کی ہے مگر مضامین جدا معلوم ہوتے ہیں اور چونکہ اسمیں فریومد کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسلئے غالباً یہ مثنوی انہیں کی مصنفہ ہوگی اور ملحقات میں سے ہوگی فہرست مذکور میں کئی اور مثنویوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ ایک کا نام "کنز الحکمت" ہے اسکے مضامین اخلاقی ہیں اور مطلع یہ ہے۔

زبردستی وزیردستی از دوست	بنام خدائے کہ ہستی از داست

دوسری کا نام "نصیحت بزرجمہر" ہے اور اسکا مطلع یہ ہے۔

بہ کسریٰ کہ اے شاہ پیروز چہر	شنیدم کہ بگفت بوزرجمہر

انکے علاوہ چھوٹی چھوٹی اور مثنویاں بھی ہیں اور کل مثنویات نسخہ مذکرہ کے سولہ صفحے میں آگئی ہیں۔

مرثیہ

ملا رشید نے کسی مرثیہ کا ذکر نہیں کیا۔ نسخہ موجودہ کتب خانہ بانکی پور میں کسی کا مرثیہ بھی درج ہے جسکی ابتدا اس شعر سے ہے۔

دنیا پلے است رہ آب پل گزرکنید	اے دوستاں زصحبت دنیا حذر کنید

ترجیع بند

ملا رشید نے ترجیعات کا ذکر نہیں کیا۔ نسخہ دیوان موجودہ کتب خانہ آصفیہ میں ایک ترجیع بند ہے اسکے مضامین عارفانہ ہیں اور مسئلہ ہمہ اوست کی تفسیر ہے۔ اسکا مطلع یہ ہے۔

دو عالم محو گردد در تجلئ ذات	چو نور ذات در تابد ز ذرات

اس کا شعر ترجیع یہ ہے۔

اگر صورت و گر معنی ہمہ اوست	مبیں در صورت و معنی بجز دوست

مستزاد

نسخہ موجودہ کتب خانہ بانکی پور میں ایک مستزاد ہے جو اس شعر سے شروع ہوتا ہے۔

یا جمع بتاں صحبت سنگیں چہ خوش آید	در گلشن زیبا
در کاسۂ زر بادۂ رنگیں چہ خوش آید	ہمچو گل رعنا

رباعیات

ناصر شیبلہ یاسمی فرماتے ہیں کہ جامع کلیات ابن یمین مرزا علی اکبر خاں صاحب کا خیال ہے کہ "انکے کلیات میں جو پندرہ رباعیاں شامل ہیں انمیں سے کوئی بھی ابن یمین کی نہیں ہے" اسلئے انکے متعلق کچھ لکھا نہیں جاتا۔ نسخہ بانکی پور میں رباعیات کی تعداد تین سو سے زائد بیان کیگئی ہے واللہ اعلم وہ سب رباعیات ہی ہیں یا قطعات بھی انمیں ملگئے ہیں دیوان موجودہ کتبخانہ آصفیہ میں بھی چند رباعیات شامل ہیں اکثر رباعیات میں ایسا دیکھا گیا ہے کہ غیر مشہور شعرا کی رباعیاں کسی مشہور شاعر کے نام سے موسوم اور اُسکے دیوان میں درج ہوجاتی ہیں اسلئے کیا عجب ہے کہ مرزا علی اکبر خاں کی رائے ابن یمین کی نسبت صحیح ہو۔ بہر حال دیوان ابن یمین موجودہ کتب خانہ آصفیہ سے ایک رباعی یہاں نقل کیجاتی ہے۔ جسکی بہو اللہ تعالیٰ اس کو جزائے خیر دے

دی آئینۂ خویش بہ صیقل دادم	روشن چو شدہ بہ پیش خود بنہادم
در آئینہ عیب خویش چنداں دیدم	کز عیب کساں ہیچ نیامد یادم

معما

نسخۂ طہران میں موجود پندرہ معمے بھی ہیں۔ انکا نمونہ ملاحظہ ہو۔ حکیم الدین طبیب کے نام کا معما ہے اس سے لفظ حکیم برآمد ہوتا ہے۔

چار حرف است نام آں دلبر	کہ ورش قبلہ است مردم را
اول نام و ثانی و ثالث	خمس و نصف است و ربع چارم را

مخمسات

کلیات موجودہ کتب خانہ بانکی پور و دیوان موجودہ کتب خانہ آصفیہ میں چند مخمس بھی موجود ہیں جو انھوں نے اپنی ہی غزلیات کی تخمیس کی ہے۔

توارد و تتبع

دوسرے مشہور اساتذہ کے مثل ابن یمین بھی متقدمین شعرا کا تتبع کرتے تھے اور بہت سی قطعیں انھوں نے ایسی لکھی ہیں جنمیں انھوں نے اساتذہ سلف کے کلام کی توضیح یا ترجمہ کردیا ہے اس قسم کی تشریحات بعض اوقات اتفاقیہ طور پر واقع ہوجاتی ہیں اور ایک کا مضمون دوسرے سے لڑجاتا ہے جسے توارد کہتے ہیں مگر بدگمان لوگ اسکو سرقۂ مضامین سے منسوب کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تشریح مضامین کا طریقہ قدیم الایام سے چلا آرہا ہے اور مختلف عہد کے

شعرا کے کلام میں ایسے بہت سے اشعار موجود ہیں جنکے مضمون کا ماخذ کسی اور کا شعر ہے یا جو دوسروں کے اشعار کی توضیح و ترجمہ، تضمین کی حیثیت رکھتے ہیں اسمیں شک نہیں ہے کہ ایسی صورتوں میں متقدمین شعرا کو ایک خاص قسم کی فوقیت و ترجیح حاصل ہوتی ہے اور وہ موجد و مخترع و متبوع خیال کئے جاتے ہیں اور پچھلے شعرا تابع و متبع یا مترجم وغیرہ۔ ابن یمین نے بھی بعض نظمیں عربی سے ترجمہ کردی ہیں بعض میں دوسرے اساتذہ کا تتبع کیا ہے یا ان کے بیان کردہ مضمون کو پیرایہ بدلکر نظم کر دیا ہے مثلاً یہاں صرف ایک قطعہ پیش کرتے ہیں جسکا ماخذ مثنوی مولانا جلال الدین رومی کے چند اشعار ہیں مولانا کا زمانہ ابن یمین سے تقریباً ایک سو برس قبل کا ہے۔ اور گو اس مضمون کی ایجاد کا سہرا مولانا روم کے سر ہے مگر ابن یمین نے اس کو اپنی طرز میں ادا کرکے چار چاند لگا دئے ہیں۔ مولانا روم کے اشعار یہ ہیں۔

از جمادی مُردم و نامی شدم — مُردم از نامی بہ حیوان سر زدم

مُردم از حیوانی و آدم شدم — پس چہ ترسم کے ز مُردن کم شدم

حملۂ دیگر بمیرم از بشر — تا برارم با ملائک بال و پر

از ملک ہم بایدم جستن ز جو[۱] — کل شیٔ ہالک الا وجہہ[۲]

پس عدم گردم عدم چوں ارغنون[۳] — گویدم انا الیہ راجعون

ابن یمین کا قطعہ ملاحظہ ہو۔

زدم از کتم عدم خیمہ بصحرائے وجود — وز جمادی بہ نباتی سفرے کردم و رفت

پس ازانم کشش طبع بہ حیوانی بود — چوں رسیدم بہ وے از وے گزرے کردم و رفت

بعد ازاں در صدف سینۂ انساں بہ صفا — قطرۂ ہستی خود را گہرے کردم و رفت

با ملائک پس ازاں صومعۂ قدسی را — گرد برگشتم و نیکو نظرے کردم و رفت

بعد ازاں رہ سوئے او بردم چو ابن یمین — ہمہ او گشتم و ترک دگرے کردم و رفت

۱؎ جستجو ۱۲

۲؎ بجز ذات خدا کی ذات کے سب چیزیں فنا ہونیوالی ہیں ۱۲ ۳؎ ارگن باجا

مادہ ہائے تاریخ بعض مشہور اشخاص مثلاً وجیہ الدین زنگی - شیخ صدر الدین امیر یمین الدین - سلطان ابو سعید - علاء الدین محمد وزیر وغیرہ کی تاریخ وفات کے کوئی پندرہ قطعات کلیات میں ہیں اور انہیں بغیر حساب جمل کے باظہار سنہ و ماہ تاریخ نکالی ہے - ان تاریخوں سے دو ایک نمونے گزشتہ اوراق میں تحریر ہو چکے ہیں۔

ہجو ابن یمین ساٹھ برس سے زائد عرصہ تک شعر کہتے رہے اور صلہ و انعام کی امید میں قصائد و قطعات لکھے اس اثنا میں بڑے بڑے منحوسوں سے انکو کام پڑا اور بہت سے کنجوسوں نے اپنے گھروں کی خاک اُن سے چھنوائی - انہوں نے بھی تقاضا و تاکید کرنے میں ادھار باقی نہ رکھا شکوے شکایتیں کیں - کبھی ہجو کی ہلکی سی دھمکی بھی دی مگر جس طریقہ سے کہ ایران کے شعراء ہجو کہتے ہیں انہوں نے کبھی کسی کی ہجو نہ لکھی البتہ انکے قطعات میں ہماری نظر سے ایک قطعہ گزرا جو ہر جھوٹے وعدہ خلاف عہدہ دار کی ہجو سمجھا جا سکتا ہے اور تا قیامت اس قسم کے لوگوں کے واسطے تازیانہ کا کام دیتا رہیگا فرماتے ہیں۔

اگر آزادہ اُفتد بر تو	بہ ناگہ از قضائے دور گردوں
مرا اُو را صبر ایوبی باید	پس آنگہہ عمر نوح و مال قارون
کہ تا از خدمت تو آخر الامر	بہ خواری باز گردد دیدہ پرخون
ترا با ایں بزرگی تیز بر ریش	ترا با ایں حکومت ... در ... ن

چوتھے شعر کے مصرعۂ ثانی میں جو دو لفظ متروک ہیں وہ دونوں سہ حرفی ہیں اور دونوں کاف سے شروع ہوتے ہیں - خلاف ادب ہونے سے قلم انداز کیئے گئے۔

مناجات دیوان موجودہ کتب خانۂ آصفیہ کے آخر میں ایک مناجات ہے جسکا آغاز اس شعر سے ہوا ہے -

بادشاہا عمر تبہ کردہ ام	نامۂ اعمال سیہ کردہ ام

گویا اس بزرگ شاعر نے اپنے اقوال کے متعلق بارگاہ خداوندی میں ایک معافی نامہ پیش کر کے قلمی و زبانی لغزشوں سے برئیت حاصل کر لی - اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے اور اُن کے طفیل میں اس سیہ کار کو بھی بخشے۔

محاکمہ قطعات ابن یمین و سعدی

اب قطعات ابن یمین و سعدی پر محاکمہ شروع کیا جاتا ہے۔ یہی ہمارا اصل موضوع تھا جسکے ضمن میں سوانح ابن یمین لکھنے کی ضرورت ہوئی۔ ہمنے بڑی کوشش و تلاش کے بعد دونوں کے کلام سے چند قطعے انتخاب کئے ہیں جو باعتبار مقابلہ تین قسم کے ہیں۔

(۱) جو قریب قریب ہم معنی و ہم مطلب ہیں۔

(۲) جنکے مطالب یکساں اور پیرائیے مختلف ہیں۔

(۳) جن میں کسی خاص مضمون پر دونوں بزرگوں نے کچھہ نصیحت کی ہے۔

ان تمام قطعات کا مقابلہ امور ذیل کے لحاظ سے کیا گیا ہے۔

(۱) فصاحت و بلاغت و سلاست کسکے کلام میں زیادہ ہے۔

(۲) حسن بیان۔ طرز ادا۔ پیرایہ و اسلوب کسکا اچھا ہے۔

(۳) کسکا کلام عقلی اعتراضات سے مبرا اور کس کی نصائح موافق فطرت انسانی ہیں۔

(۴) کس کی صلاح و مناسب و رائے صائب ہے اور ہمارے لئے عملی زندگی میں کارآمد ہو سکتی ہے۔

(۵) جوش کس کے کلام میں زیادہ ہے۔

(۶) کسکی باتیں زیادہ تجربہ کی ہیں۔

(۷) استعارات و تشبیہات و تمثیلات کس کی اچھی ہیں۔

(۸) صنائع و بدائع لفظی و معنوی کسنے خوبی سے استعمال کی ہیں۔

(۹) ظرافت و شوخی جسکی چاشنی کلام کو مزے دار بنادیتی ہے۔ کسنے خوبی سے برتی ہے۔

امور متذکرہ بالا کے لحاظ سے جو کچھہ فرق دونوں کے کلام میں ہے وہ ذیل کی مثالوں سے ظاہر ہوگا

حاجت روائی

ابن یمین

	بدہ مراد فقیراں بلطف تا بدہند	مراد ہا کہ تو از حضرت خدا داری

	امید خلق روا کن بہ مکرمت کہ تو نیز	مقرراست کہ با خود امید ہا داری
سعدی	امید خلق برآور چنانکہ بتوانی کہ گر ز پائے درآئی بدانی این معنی	بحکم آنکہ ترا ہم امید مغفرت است کہ دستگیری درماندگان چہ مصلحت است

ابن یمین پہلے شعر میں کہتے ہیں "مہربانی کرکے فقیروں کی مرادیں پوری کردو تاکہ تمہاری مرادیں جو درگاہ خدا سے رکھتے ہو پوری ہوں" سعدی کہتے ہیں "جہانتک تم سے ہوسکے لوگوں کی امیدیں پوری کرو۔ کیونکہ تم بھی امید مغفرت رکھتے ہو"۔

دونوں شعروں کے مطلب و معنی قریب قریب یکساں ہیں مگر اب فرق دیکھنا چاہیے ابن یمین کہتے ہیں "بدہ مراد فقیراں" سعدی کہتے ہیں "امید خلق برآور" ابن یمین نے "بدہ" کہا اور سعدی نے "برآور" یہ ظاہر ہے کہ امید کے لئے بہ نسبت دادن کے برآوردن زیادہ اچھا اور حاوی لفظ ہے ابن یمین نے "مراد" لکھا ہے اور سعدی نے "امید"۔ بہ نسبت "مراد" کے "امید" کے معنی بہت وسیع ہیں۔ ابن یمین نے فقیروں کی تخصیص کردی سعدی نے "خلق" کہا ہے اور یہی لفظ اس موقعہ پر زیادہ مناسب ہے۔ ابن یمین نے "بلطف" کہا اور سعدی نے "چنانکہ بتوانی" گو لفظ "بلطف" اچھا ہے مگر اس سے اس امر کی تاکید نہیں پائی جاتی کہ لوگوں کی مرادیں ہم کو ضرور پوری کرنی چاہئیں "چنانکہ بتوانی" سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کی حاجت روائی ہمارا فرض ہے۔ اتنے مقابلہ کے بعد ابن یمین کے شعر میں اب اسقدر حصہ باقی رہتا ہے "تا بدہند مراد ہا کہ تو از حضرت خدا داری" اسکا جواب سعدی کا یہ مصرعہ ہے "بحکم آنکہ ترا ہم امید مغفرت است" جو بات ابن یمین نے ایک مصرعہ سے زائد میں کہی ہے .... سعدی نے اسکو ایک مصرعہ میں بیان کردیا۔ ابن یمین کے شعر میں چار پانچ الفاظ سے جو معنی پیدا ہوتے ہیں سعدی کے صرف دو لفظ یعنے "امید مغفرت" وہی کام دیتے ہیں اور یہ کمال بلاغت ہے۔

دوسرے شعر میں ابن یمین کہتے ہیں "مہربانی کرکے لوگوں کی امیدیں پوری کردو۔ کیونکہ ضرور ہے کہ تم کو بھی امیدیں ہوں"۔

اس شعر میں بہت ہی حشو و تکرار ہے جو مطلب پہلے شعر کا ہے وہی اسکا ہے۔ بلکہ وہی الفاظ الٹ پھیر کے رکھدئے ہیں۔ یہ بڑا نقص اور خلاف فصاحت ہے۔

سعدی دوسرے شعر میں کہتے ہیں "جس وقت تم مصیبت میں پڑو گے اسوقت حقیقت معلوم ہوگی کہ عاجز و تنگی مدد کرنے میں کیا مصلحت ہے"۔ اس شعر میں بہت اعلیٰ درجہ کی بات کہی ہے اور لوگوں کی حاجت رفع کرنے میں جو راز پوشیدہ ہے اُسے بہت اچھے اسلوب سے ظاہر کیا ہے۔ محاورات "از پا درآمدن" اور "از دست گرفتن" جو اس شعر میں ہیں صنعت تناسب بے تکلفی سے برتی ہے۔

قناعت اور امداد ذاتی کی ترغیب

تا من از خوان قناعت سیر کردم آز را منت رضواں نیرزد کوثر و باغ بہشت	بستہ ام از لقمۂ دوناں دہان خویشتن با د آب روئے خویش و بوستان خویشتن	ابن یمین
ہم رقعہ دوختن بہ و الزام کنج صبر حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر است	کز بہر جامہ رقعہ بر خواجگاں نوشت رفتن بہ پایۂ مردئی ہمسایہ در بہشت	سعدی

ابن یمین کے قطعہ کا مطلب ہے "جب سے میں نے قناعت اختیار کی ہے کمینوں کے کھانے سے اپنا منہ بند کر لیا ہے۔ عزت آبرو سے اپنے باغ میں رہنا بہتر ہے۔ کوثر و بہشت اس قابل نہیں کہ انکے لئے رضوان کا احسان اٹھایا جائے"۔

سعدی فرماتے ہیں "پیوند پر پیوند ٹانکنا اور صبر کر کے ایک گوشہ میں بیٹھے رہنا بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ کپڑوں کے لئے امیروں کو رقعہ لکھا جائے۔ پڑوسی کی مدد سے بہشت میں جانا خدا کی قسم عذاب دوزخ کی برابر ہے"۔

ابن یمین نے پہلے شعر میں چونکہ بالخصوص اپنی ہی قناعت کی کیفیت بیان کی اسوجہ سے شعر کی وسعت میں فرق آگیا اور لفظ "دوناں" کی تخصیص کر دینے سے معنی بھی محدود ہو گئے۔ سعدی نے اپنے شعر میں کسی شریف یا کمین کی تخصیص نہیں کی بلکہ لفظ "خواجگاں" کہا ہے جو بہت ہی بلیغ ہے اور نہایت مناسب موقع ہے۔ عموماً فقیروں، درویشوں اور غریبوں کی عادت ہوتی ہے کہ رقعہ کی آڑ میں سوال کرتے ہیں سعدی نے قناعت کی ترغیب میں کپڑوں کے لئے امیروں کے پاس رقعہ لکھنے کی ذلت کو تمثیلاً بیان کیا ہے اور یہ ایسی اعلیٰ درجہ کی تمثیل ہے جس سے شاعر کا بہت بڑا تجز

ظاہر ہوتا ہے اس شعر میں لفظ "رقعہ" جو دو جگہہ لایا گیا ہے اسمیں صنعت تجنیس تام ہے۔
اب ابن یمین کے دوسرے شعر کو دیکھنا چاہیے۔ اسمیں کئی نقص معلوم ہوتے ہیں اول یہ کہ کوثر و بہشت کا ذکر بطور مجاز کے نہیں بلکہ بطور حقیقت کے کیا۔ دوسرے یہ کہ باغ کا ایک ایسی چیز پر ترجیح دی جسکا پورا پورا تصور کرنے میں ہمارا دماغ قاصر ہے۔ تیسرا اعتراض عائد ہوتا ہے کہ اسوقت بہشت و کوثر موجود نہیں ہیں اور مجبوراً ہم کو اپنے "باغوں" پر ہی قناعت کرنی پڑتی ہے اور جب بہشت ملنے کا وقت آئیگا اسوقت کسی باغ و مکان کا پتہ بھی نہ رہیگا۔ چوتھے یہ کہ ازروئے اعتقاد بہشت کا ملنا کچھہ زہد و تقوے اور کچھہ خدا کے فضل پر منحصر ہے۔ رضواں کا اسمیں کچھہ دخل نہیں ہے "منت رضواں" اس شعر میں بالکل لغویات ہے۔ شاعر کے خیال میں حصول جنت کے لیے منت رضوان کی شرط ہے جب یہ شرط ہی نہ رہی تو شعر بالکل مہمل ہو گیا۔ اسکے مقابلہ میں سعدی کا دوسرا شعر ہے اسمیں جس پیرایہ سے بہشت کو عذاب دوزخ کی برابر کہا گیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ تمثیلاً بطور مجاز بہشت و دوزخ کا ذکر کیا ہے۔ اس شعر میں امداد ذاتی یعنے سلف ہلپ کی ایک زبردست تعلیم ہے اور خوب ترغیب دیگئی ہے کہ جو کچھہ ہو وہ اپنے دم قدم سے ہو۔ اسکے علاوہ سعدی کا شعر بہت ہی پر جوش ہے اور لفظ "جفا" جو لایا گیا ہے اُس نے اور بھی جان ڈالدی ہے ابن یمین کے شعر میں جوش کم ہے۔

دنیا میں دل نہ لگانا اور وقت کو غنیمت سمجھنا

شاعر	مصرع اول	مصرع دوم
ابن یمین	یک دو روزے چو دریں کہنہ رباط افتادم	دل درو می نتواں بست چو در دار مقام
	وقت دریاب کہ از بادہ کنوں جام پُر است	یاد ماند بہ کف آندم کہ تہی گردد جام
سعدی	بس بگردید و بگردد روزگار	دل بہ دنیا در نہ بندد ہوشیار
	ایکہ دستت می رسد کارے بکن	پیش ازاں کز تو نیاید ہیچ کار

ابن یمین اپنے پہلے شعر میں کہتے ہیں "ایک دو روز کے لئے جو ہم اس پرانی سرائے میں آپڑے ہیں یہاں اسطرح دل نہ لگانا چاہیے جیسے کہ قیام کی جگہ لگاتے ہیں"۔ سعدی کہتے ہیں "زمانہ بہت گزر گیا اور ایسے ہی گزرتا رہیگا۔ عقلمند آدمی دنیا میں دل نہیں لگاتا" ابن یمین نے دنیا کو کہنہ رباط سے تشبیہ دی ہے سعدی نے کسی چیز سے تشبیہ نہیں دی مگر لفظ "بس بگردید" سے بہ نسبت کہنہ رباط کے دنیا کی زیادہ قدامت پائی جاتی ہے ابن یمین کے شعر میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے

جس سے یہ ظاہر ہو کہ دنیا کے کاروبار آئندہ بھی ایسے ہی چلتے رہیں گے۔ سعدی کے شعر میں لفظ "بگردد" موجود ہے۔ ابن یمین نے دل نہ لگانے کی وجہ یہ بیان کی کہ ایک دو روز کیلئے ہم یہاں آگئے ہیں گو اسمیں مبالغہ ہی سہی تاہم معقول وجہ ہے۔ سعدی نے بھی یہی وجہ بیان کی ہے مگر بلا مبالغہ۔ شعر سے اخذ ہوتا ہے کہ بہت سے آدمی ہم سے پیشتر گزر چکے ہیں اور بہت ہمارے بعد گزرینگے یعنے دنیا ایک ایسی جگہ ہے جہاں لوگ آتے ہیں چلے جاتے ہیں پس ایسی جگہ عقلمند کو دل نہ لگانا چاہیئے۔ ابن یمین کا شعر ایسا معلوم ہوتا ہے گویا بجھی ہوئی طبیعت سے نکلا ہے برخلاف اسکے سعدی کا شعر بہت ہی پرجوش ہے۔ خصوصًا پہلا مصرعہ "بس بگردید وبگردد روزگار" نہایت ہی زوردار ہے۔

دوسرے شعر میں ابن یمین کہتے ہیں کہ "وقت کو غنیمت سمجھو اب شراب سے پیالہ بھرا ہوا ہے پھر اُسوقت پچتاؤگے۔ جب ہاتھ میں ٹھیکرا رہجائیگا" استعارہ و تشبیہ کے پیرایہ میں یہ شعر بہت ہی اعلیٰ درجہ کا ہے مگر اسمیں یہ نہیں بتایا کہ وقت کو غنیمت سمجھکر ہم کو کیا کرنا چاہئے۔ سعدی اپنے دوسرے شعر میں کہتے ہیں "قبل اسکے کہ تم سے کچھ کام نہو سکے اُسوقت کہ ہاتھ پاؤں چلتے ہیں کوئی کام کر ڈالو" بمقابلہ سادہ نصیحت کے جب کسی کو خطاب کر کے نصیحت کیجاتی ہے تو بہت مؤثر ہوتی ہے۔ اس شعر میں لفظ "اے" نے بہت لطف پیدا کر دیا اور گو اسمیں کوئی استعارہ و تشبیہ نہیں ہے مگر فصاحت و سلاست کے اعتبار سے ابن یمین کے شعر سے بڑھا ہوا ہے۔ خصوصًا لفظ "کارے" ایسا بلیغ واقع ہوا ہے جسکا جواب نہیں اور اسی نے وہ بات پیدا کر دی جو ابن یمین کے شعر میں نہیں ہے علاوہ اسکے الفاظ "نیاید ہیچ کار" میں صنعت ایہام ہے جس نے شعر میں ایک معنوی خوبی پیدا کر دی۔

کمینہ کے احسان اٹھانے سے اپنے اوپر تکلیف اٹھا لینا بہتر ہے

من و نفس عزیز و فقر و فاقہ بود جاں دادنم در آب خوشتر		نمی خواہم غنی گشتن بہ خواری ازاں کز غوک باید جست یاری	ابن یمین
صبر بر قسمت خدا کردن تشنہ بر خاک گرم مردن		بہ کہ حاجت بہ ناسزا بردن کآب سقائے بے صفا خوردن	سعدی

پہلے شعر میں ابن یمین کہتے ہیں " میں نفس عزیز اور فقر و فاقہ اچھا ہے۔ ذلت کیساتھ امیر ہونا پسند نہیں کرتا " سعدی کہتے ہیں " اپنی قسمت پر صبر کرنا بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ نالایق سے حاجت طلب کیجائے "۔

ابن یمین کا شعر بہت محدود ہے اور چونکہ بالتخصیص فقر و فاقہ کو ذلت سے امیر ہونے پر ترجیح دی ہے اسوجہ سے وسعت میں فرق آگیا برخلاف اس کے سعدی کے شعر میں دو لفظ بہت ہی جامع و بلیغ ہیں۔ پہلے مصرعہ میں "قسمت" اور دوسرے میں "حاجت" "قسمت" میں فقر و فاقہ مصیبت رنج و غم ضروریات دنیوی سب کچھ آگیا۔ اسیطرح لفظ "حاجت" کے معنی میں بھی بہت وسعت ہے سعدی کا شعر فصاحت و بلاغت میں ابن یمین کے شعر سے بڑھا ہوا ہے اور اس قابل ہے کہ موقعہ بموقعہ بطور ضرب المثل استعمال کیا جائے ابن یمین نے محض اپنے ہی فقر و فاقہ کا ذکر کرکے شعر کی وسعت گھٹادی۔

دوسرے شعر میں ابن یمین کہتے ہیں " مینڈکوں سے مدد طلب کرنے سے مجھے پانی میں ڈوب مرنا اچھا معلوم ہوتا ہے " اس شعر میں تمثیل بہت ناقص ہے۔ کیونکہ وجہ تمثیل ہی موجود نہیں ہے یعنے مینڈک مدد کرنے کی قوت نہیں رکھتے۔ اگرچہ مینڈک سے مراد کمینہ آدمی ہی سہی تو بھی بموجب قول شاعر جب مقتدر کمینے سے مدد طلب کرنا برا ہے تو ایسے کمینے سے جسمیں مدد کرنے کی مطلق قدرت نہو اور بھی زیادہ ذلت ہے۔ سعدی دوسرے شعر میں کہتے ہیں " ناپاک سقہ کا پانی پینے سے گرم بھوبل پر پیاسا مرجانا بہتر ہے " اس شعر میں بظاہر مبالغہ معلوم ہوتا ہے مگر اہل زبان کا محاورہ ہے کہ ادنی ادنی بات پر " مُردن بہ " کہدیتے ہیں۔

قانون قدرت اور احکام الہی کسیطرح نہیں ٹل سکتے

ابن یمین	سعی از تو رو نہ خواہد شد بہ قضا داد تن رضا اولے	ہر قضائے کہ ایزدی باشد گر نکوئی وگر بدی باشد
سعدی	قضا دگر نہ شود بہ ہزار نالہ و آہ فرشتہ کہ وکیل است بر خزانہ باد	بہ شکر یا بہ شکایت برآید از دہنے چہ غم خورد کہ بمیرد چراغ بیوہ زنے

ابن یمین کے قطعہ کا یہ مطلب ہے کہ " جو قضا ایزدی ہوتی ہے وہ تمہاری کوشش سے دفع نہیں ہو سکتی

مناسب یہ ہے کہ خدا کے حوالہ کرو خواہ برائی ہو یا بھلائی ہو" سعدی کہتے ہیں " ہزار کوئی رو یے پیٹے شکر کرے یا شکایت کرے مگر حکم خدا ٹل نہیں سکتا۔ جو فرشتہ کہ ہوا کے خزانہ کا داروغہ ہے اسکی بلا سے اگر کسی بیوہ کا چراغ بُجھ جائے تو بُجھ جائے۔

ابن یمین کے پہلے شعر میں لفظ "ایزدی" بھرتی ہے۔ محض قافیہ کے لئے لایا گیا ہے کیونکہ "قضا" کے معنی بھی "حکم الٰہی" کے ہیں پھر ایزدی کے کیا معنے سعدی کا پہلا شعر بہت ہی بلیغ اور جامع ہے ابن یمین نے جو بات "ہر قضائے کہ ایزدی باشد از تو رد نخواہد شد" اتنی عبارت میں کہی ہے سعدی نے صرف چھوٹے چھوٹے تین لفظوں میں یعنے "قضا دگر نشود" میں ادا کردی یہ کمال بلاغت ہے ابن یمین کے شعر میں لفظ "سعی" گو بہت مناسب ہے مگر سعدی نے جو اسکی تشریح "نالہ و آہ و شکر و شکایت" سے کردی اس سے شعر کا لطف بہت بڑھ گیا اور ان الفاظ کے لئے سعدی کو کوئی مصرعہ یا شعر بڑھانا بھی نہ پڑا انھیں دو شعروں میں ان الفاظ کی بھی گنجایش نکال لی۔ ابن یمین نے دوسرے شعر میں نصیحت کی ہے کہ "جب حکم خدا کسیطرح ٹل نہیں سکتا تو مناسب ہے کہ خدا کے حوالہ کیا جائے" سعدی کا دوسرا شعر ایسا نہیں ہے مگر انکے پہلے شعر سے یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے۔ دوسرے شعر میں سعدی نے ایسے اعلیٰ درجے کی تمثیل بیان کی ہے جس سے پہلے شعر کا لطف بدرجہا زائد ہو گیا فصاحت و جوش کے اعتبار سے بھی ابن یمین کے قطعہ پر سعدی کے قطعہ کو بے انتہا فوق ہے۔

دنیا میں ہم کو کسطرح زندگی بسر کرنی چاہئیے

ابن یمین	با خلایق کہ کم و بیش ثنائے ارزد کہ ز بیگانہ و از خویش دعائے ارزد		پنج روزیکہ جہاں است چناں باید زیست وقت رفتن چو رسد نیز چناں باید رفت	
سعدی	ہمہ خنداں بُدند و تو گریاں ہمہ گریاں بوند و تو خنداں		یاد داری کہ وقت زادن تو آنچناں زی کہ بعد مُردن تو	

ابن یمین کے قطعہ کا مطلب ہے "دنیا پنج روزہ ہے لوگوں کے ساتھ ہم کو اسطرح پیش آنا چاہیے کہ کم و بیش تعریف کیجائے۔ چلنے کا وقت جب آئے تو اسطرح جانا چاہیے کہ اپنے اور غیر سب دعا سے یاد کریں۔

سعدی کہتے ہیں "تم کو یاد ہوگا کہ جب تم پیدا ہوئے تھے اُسوقت سب ہنس رہے تھے اور تم روتے تھے

اب اسطرح زندگی بسر کرنی چاہیئے کہ تمہارے مرنے کے بعد سب روئیں اور تم ہنسو۔
ابن یمین کا پہلا شعر بہت اعلیٰ درجے کا ہے دوسرے شعر میں بہت حشو و تکرار ہے یعنے وہی بات جو پہلے شعر میں کہی ہے کیفیت ہیچ کیا تھا اسیں بھی بیان کردی۔ علاوہ ازیں "وقت رفتن" کی تخصیص اس جگہ فضول معلوم ہوتی ہے کیونکہ اگر بالفرض وقت رفتن سے ایام پیری یا قرب مرگ مراد لیجائے تو وہ وقت بھی ایام زندگی سے خارج نہیں ہوسکتے۔ برخلاف اسکے اگر یہی مطلب اسطرح ادا کیا جاتا "کہ دنیا چند روزہ ہے ہم کو اسطرح زندگی بسر کرنی چاہیئے کہ جب تک زندہ رہیں لوگ ہماری تعریف کریں اور جب مرجائیں تو دعائے خیر سے یاد کریں" تو بالکل کافی تھا۔
سعدی نے یہی نصیحت کی ہے مگر ان کو ایک نیا پیرایہ اور اچھوتا اسلوب ہاتھ لگا ہے انہوں نے اول ایک ایسے واقعہ کی یاد دلائی جس کو تقریباً ہر شخص بھولے ہوئے ہے اور پھر ایک معمولی بات سے ایسا عمدہ نتیجہ نکالا کہ خواہ مخواہ طبیعت پر اثر ہوتا ہے۔

دنیا میں سب طرح گزرجاتی ہے مکان بنانا فضول ہے

ابن یمین	جملہ با دور فلک یکسان است پس ببین ابن یمین تا کہ ترا	غم و شادی و خراب و آباد مصلحت چیست نہادن بنیاد
سعدی	ایں ہمہ ہیچ است چوں می گزرد نام نیکو گر بماند زادمی	تخت و بخت و امر و نہی و گیرودار بہ کزو ماند سرائے زرنگار

ابن یمین پہلے شعر میں کہتے ہیں "شادی و غم آبادی و ویرانی دنیا میں سب یکساں ہیں" سعدی کہتے ہیں "اقبال و تخت، امر و نہی، سیاست و حکومت چونکہ سب گزرجانے والے ہیں اسلئے ہیچ ہیں"۔ ابن یمین نے شادی و غمی، خراب، آباد، چار چیزوں کو لکھا کہ یکساں ہیں مگر وجہ یکساں ہونے کی نہیں بیان کی۔ سعدی نے چھ زبردست چیزیں جو دنیوی لحاظ سے انسانی مراتب میں سب سے اعلیٰ درجہ کی ہیں بیان کی ہیں۔ پھر انکو ہیچ کہا اور وجہ بھی ہیچ ہونے کی موجود ہے یعنے گزرجانیوالی ہیں سعدی کا شعر بہ نسبت ابن یمین کے شعر کے بہت ہی جامع و بلیغ ہے۔ علاوہ اسکے بمقابلہ لفظ "یکساں" کے "ہیچ" بہت زوردار ہے۔
دوسرے شعر میں ابن یمین کہتے ہیں "پس ابن یمین دیکھ کہ مکان بنانے میں تیری کیا مصلحت ہے"

ان تعلیم پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ برے بھلے گو ہر طرح گزر جاتی ہے مگر مکان بنانا تو انسان و حیوان دونوں کی زندگی کا لوازمہ ہے۔ بغیر اسکے چارہ نہیں۔ سعدی دوسرے شعر میں کہتے ہیں" اگر کسی آدمی کا نیک نام دنیا میں باقی رہے تو وہ بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ زرنگار محل چھوڑ مرے" سعدی نے مکان بنانے کی ممانعت نہیں کی مگر اس سے زیادہ ضروری ایک بات سمجھا دی جو واقعی انسانی زندگی کا حاصل ہے علاوہ اس کے حیثیت و کیفیت کے اعتبار سے ان اشعار میں اور جو کچھ فرق ہے اُس کو ذوق سلیم ہی تمیز کر سکتا ہے۔

ظاہر پرستی

ابن یمین	[illegible] ظاہر پرست باطنت آباد کن [illegible] رہ آر چست ترکِ گرانی بگیر	خرقۂ پاکت چہ سود گر بدنت پاک نیست ہر کہ سبکبار نیست چابک و چالاک نیست
سعدی	اے بنا موس کردہ جامہ سفید دست کوتاہ باید از دنیا	بہر پندارِ خلق و نامہ سیاہ آستیں چہ دراز و چہ کوتاہ

ابن یمین کے اشعار کا مطلب یہ ہے کہ" اے ظاہر پرست اپنا باطن درست کر۔ جسم اگر پاک نہیں ہے تو خرقۂ پاک سے کیا فائدہ۔ لپک کر راستے پر آجاؤ۔ بھاری بھرکم پنا چھوڑ دو جو ہلکا پھلکا نہیں ہے وہ چست و چالاک بھی نہیں ہے۔ سعدی کہتے ہیں" لوگوں کے دکھانے کے لئے تمنے مکاری سے اپنا لباس سفید اور نامۂ اعمال سیاہ کر رکھا ہے۔ خواہشات دنیا سے ہاتھ کوتاہ کرو آستین لمبی رہی تو کیا اور چھوٹی رہی تو کیا"

ابن یمین کے قطعہ کی بحر بڑی ہے اور سعدی نے چھوٹی بحر اختیار کی ہے۔ اس حساب سے سعدی کے چاروں مصرعے ابن یمین کے تین مصرعوں کے برابر ہیں یعنے ابن یمین نے جس مضمون کو (٥٦) ارکان لفظی میں ادا کیا ہے سعدی نے صرف (۴۴) ارکان میں ادا کر دیا۔ آ دونوں بزرگوں کے اشعار کا تجزیہ ملاحظہ ہو۔ ابن یمین نے اظہار ریا کے لئے" شدہ ظاہر پرست" فرمایا۔ سعدی نے وہی مطلب لفظ" ناموس" سے نکال لیا۔ یہ ایسا حاوی لفظ ہے کہ اس میں اظہار مشیخت و وقعت اور پوزیشن سب موجود ہے۔ ابن یمین فرماتے ہیں" باطنت آباد کن" سعدی نے پہلے شعر میں ایسی کوئی ترغیب نہیں دی ہے مگر جس اسلوب سے نتیجہ ریاکاری ظاہر فرمایا ہے اس

صاف معلوم ہو رہا ہے کہ دل پاک کرنا چاہیئے اور اس لیئے اس نصیحت کی اس شعر میں کوئی کمی بھی نہیں معلوم ہوتی ۔ ابن یمین نے نتیجہ ریا اس پورے مصرعہ میں ظاہر کیا ہے "خرقہ پاکت چہ سود گر بدنت پاک نیست" سعدی نے صرف تین لفظ "نامہ سیاہ کردہ" میں ظاہر کردیا ۔ ابن یمین کے اس شعر میں تین مختلف افعال "کن ۔ شدہ ۔ نیست" آئے ہیں ۔ سعدی نے صرف ایک فعل "کردہ" کے تحت میں "جامہ سفید و نامہ سیاہ" تحریر کیئے ہیں اور اپنی صنعت تضاد بھی بڑی بے تکلفی سے استعمال کی ہے ۔ ابن یمین کے اس شعر میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہوسکے کہ ظاہر پرستی آیا لوگوں کے دکھانے کی غرض سے ہے یا محض نمود و نمائش کا خبط ہے اور اصل میں یہ غرض نہیں کہ لوگ اس کو اچھا سمجھیں برخلاف اسکے سعدی کے شعر میں لفظ "ناموس" نے اور اسکے ساتھ "بہر پندار خلق" نے یہ خیال واضح کردیا ہے کہ لوگوں میں اپنی مشیخت قائم کرنے اور ہوا باندھنے کے لئے ظاہر پرستی اختیار کرنے پر پھبتی کسی ہے ۔

دوسرے شعر میں ابن یمین نے استعارہ و کنایہ کے پیرایہ میں راہ خلوص پر گامزن ہونے اور ظاہر پرستی ترک کرنے کی نصیحت فرمائی ہے اور بطور نتیجہ یہ فرماتے ہیں کہ "جو بے لاگ اور بے لوث نہیں ہوتا وہ راہ خلوص بآسانی طے نہیں کرسکتا" سعدی نے بھی استعارے استعمال کیئے ہیں مگر وہ بہت عام فہم ہیں جن میں "دست کوتاہ و آستین کوتاہ و دراز" بڑا مزہ دے رہے ہیں ۔ علماء و مشائخین اپنی عباؤں کی آستینیں چھوٹی رکھا کرتے تھے ۔ خواجہ حافظ نے غالباً سعدی کے اسی شعر کو دیکھکر علمائے ظاہری پہ یہ فقرہ کسا ہے ۔

بنہ بر دلق طمع کمند ہا دارند	دراز دستئ این کوتہ آستیناں بیں

ابن یمین کے قطعہ میں بہ نظر سرسری کوئی نقص نظر نہیں آتا مگر سعدی کی فصاحت و بلاغت جو سعدی کا ہی حصہ ہے جسکا اندازہ اہل ذوق کرسکتے ہیں ۔ ابن یمین نے ان دو شعروں میں سات افعال استعمال کئے ہیں اور سعدی نے صرف دو افعال کے تحت سب کچھ کہدیا ۔

اسی مضمون پر سعدی کا ایک اور بھی قطعہ ہے جس میں ظاہر پرست علماء و مشائخین کے علاوہ شیخی باز مفلسوں کا بھی خوب خاکہ اڑایا ہے ۔ فرماتے ہیں ۔

اے درونت برہنہ از تقوے	کز برون جامہ ریا داری
پردہ ہفت رنگ را بگزار	تو کہ در خانہ بوریا داری

یعنے تمہارا دل تو پرہیزگاری سے خالی ہے ظاہر اخرقہ مشیخت پہن رکھا ہے تمہارے گھر میں تو بوریا بچھا ہوا ہوا اور دروازے پر سات رنگ کا پردہ لٹکا رکھا ہے۔ اسے نکال کر پھینکو۔

ہر کہ زود برآید دیر نپاید

ابن یمین

شنیدم کہ روزے درخت کدو	بہ بالائے سرو سہی بر دوید
بدو گفت سروا بہفتاد سال	ترا چرخ گرداں بدآنجا کشید
رسیدم بیک ماہ کمتر کنوں	بجائے کہ قد بلندت رسید
جوابش چنیں داد سرو سہی	بہ نوعیکہ گوش خرد نشنوید
نیارد بجز تند باد خزاں	میان من و تو تفاوت پدید

سعدی

گویند برکنار چنارے کدو بنے	برُست و بر دوید و برآمد بروز بیست
پرسید از چنار کہ تو چند روزہ	گفتا بدان کہ سال مرا بیشتر ز سی است
خندید و گفت من ز قد تو بہ بیست روز	بگزشتہ ام۔ بگو کہ ترا کاہلی ز چیست
دادش چنار پاسخ خویے کہ درگزر	کامروز با توام نہ خصومت نہ داوری است
فردا چو برمن و تو وزد باد مہرگان	آنگہ شود پدید کہ نامرد و مرد کیست

ابن یمین کہتے ہیں " میں نے سنا ایک روز کدو کی بیل سرو پہ چڑھ گئی اور اُس سے کہا اے سرو ستر برس میں آسمان نے تجھکو وہاں تک پہنچایا۔ جہانتک تیرا قد بلند پہنچا ہے۔ وہاں میرا ایک مہینے سے بھی کم میں پہنچ گئی۔

سرو نے یہ جواب اُس کو اس طریقہ سے دیا کہ گوش خرد نے بھی ایسا اچھا جواب نہیں سُنا۔ خزاں کی تیز ہوا کے سوا تجھ میں اور مجھ میں کوئی چیز فرق ظاہر نہیں کر سکتی"

سعدی کہتے ہیں " ایک چنار کے قریب ایک کدو کی بیل اُگی۔ بڑھی اور بیس دن میں اُس سے اونچی نکل گئی اُس نے چنار سے پوچھا تیری کیا عمر ہے۔ (چنار نے) کہا یہ سمجھو کہ تیس برس سے زیادہ مجھے ہوگئے (کدو کی بیل) ہنسی اور کہا میں بیس ہی دن میں تیرے قد سے اونچی ہوگئی تجھ میں یہ کاہلی کیوں ہے۔ چنار نے اُس کو پھر یہ جواب دیا کہ رہنے دے۔ آج میں تجھ سے کوئی بحث اور تکرار نہیں کرتا۔ کل جب ہم پر باد خزاں چلیگی اُسوقت معلوم ہوجائیگا کہ مرد کون ہے

اور نامرد کون"

ابن یمین کے قطعہ کی بحر چھوٹی ہے اور سعدی کے قطعے کی بڑی لیکن اسقدر زاید بڑی نہیں ہے جتنا زائد مضمون سعدی نے اسمیں کھپایا ہے۔ کسی حکایت کی خوبی یہ ہے کہ مختصر عبارت میں تفصیلی واقعات بے تکلف ظاہر کر دئیے جائیں۔ سعدی کے قطعے کی بہی یہی کیفیت ہے۔ نہایت سلیس زبان میں کل سوال وجواب آگئے ہیں۔ اب لفظی مقابلہ و تشریح ملاحظہ ہو۔

ابن یمین نے حکایت کی ابتدا "شنیدم" سے کی ہے۔ سعدی نے گویند لکھا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ بیجان اشیاء یا حیوانوں کے متعلق جو حکایات بطور تمثیل بیان کیجاتی ہیں انکے لئے "مینے سُنا" کی بجائے "کہتے ہیں" زیادہ موزوں ہوتا ہے۔ لفظ شنیدم سے حکایت کی صحت کا زیادہ پہلو نکلتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک بالکل سچا واقعہ ہے اور شاعر نے خود اپنے کانوں سے یہ گفتگو سُنی ہے اور اسطرح متکلم خود اسکے راویوں کے سلسلہ میں آجاتا ہے جو ایک خلاف واقعہ امر ہے۔ ابن یمین نے "روزے" لکھا ہے جو واقعات کے لحاظ سے بھرتی معلوم ہوتا ہے۔ سعدی کے قطعے میں اظہار وقت وواقعہ کے متعلق کوئی اس قسم کا لفظ نہیں ہے ابن یمین کے شعر میں "درخت کدو وسرو سہی" دونوں بغیر یائے وحدت کے لائے گئے ہیں اس سے معنوں میں کمی ہوگئی۔ سعدی نے "چنارو کدو بن" کیساتھ یائے وحدت استعمال کی ہے جسکی ضرورت تھی ابن یمین نے "درخت کدو" تحریر فرمایا ہے اور سعدی نے "کدو بنے" اگرچہ دونوں نے کدو کی بیل کے لئے دو ہی لفظ استعمال کئے ہیں مگر سعدی کے دو لفظ ترکیب کے اعتبار سے ایک ہی مرکب لفظ ہے۔ نیز بمقابلہ "درخت کدو" کے "کدو بنے" زیادہ مختصر ہے اسمیں پانچ ارکان لفظی ہیں اور اس میں چار۔ پھر اسمیں بہی یائے وحدت شہرایا ہے۔ جسنے معنی میں اضافہ کردیا۔ ابن یمین نے دوسرے شعر میں درخت کدو کی زبانی سرو کی عمر اسطرح ظاہر کردی ہے گویا اس کو پہلے ہی سے معلوم تہا کہ وہ ستر برس کا ہے یہاں ضرورت سوال کی تہی۔ ابن یمین کے اس شعر میں الفاظ "چرخ گرداں" بہی بھرتی ہیں۔ ذرا سی الٹ پھیر میں ان الفاظ کے بغیر بہی معنی پورے ہوسکتے تہے ابن یمین کے چوتہے شعر کا دوسرا مصرعہ تجائیکہ قد ملبندت رسید" حشو و تکرار ہے۔ یعنے اگر درخت کدو کے بیان کی نثر بنائی جائے تو یہ ہوگی۔

"بدو گفت سرو اتو ا بہفتاد سال چرخ گرداں بدانجا کشید ۔ کیوں کمتر بیک ماہ دہا انجا رسیدم"

اسکے بعد مصرعہ مذکور کی ضرورت باقی نہیں رہتی ۔

ابن یمین کے دوسرے تیسرے شعر میں کدو کی جانب سے سرو کی عمر اور اپنے جلد بڑہنے کا ذکر ہے ۔ سوال و جواب نہیں ہے ۔ سعدی کے دوسرے تیسرے شعر میں درخت کدو کا استفسار چنار کا جواب ۔ کدو کا اعتراض اور طنز و تعریض سب موجود ہے اور ان دو شعروں میں بڑا مضمون آگیا ہے ۔ ابن یمین کے چوتھے شعر میں "سرو" کی صفت "سہی" کہا جا چکا تھا تو بار بار اسکے دہرانے کی ضرورت نہ تھی ۔ ابن یمین نے سرو کے جواب کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے "بہ نوعیکہ گوش خرد نشنوید" جسمیں حد سے زیادہ مبالغہ ہے ۔ سعدی نے "پاسخ خوبے" کہا ہے اور یہ بالکل کافی ہے نہ یہ کہ ایسا جواب جو آج تک کسی عقلمند نے نہیں سنا ۔ ابن یمین کا چوتھا شعر سرو کے جواب کی تعریف ہی تعریف میں ختم ہوگیا ہے ۔ سعدی کے چوتھے شعر میں چنار کے جواب کی توصیف ایک مصرعہ سے کم میں کردیگئی اور چنار کے جواب کا ایک جزو بھی اُسمیں بیان کردیا گیا ۔

ابن یمین نے پانچویں شعر میں سرو کا جواب ادا کیا ہے ۔ جسقدر جواب ابن یمین کے اس شعر میں ہے اُس سے کسیقدر زیادہ مکمل جواب سعدی کے پانچویں شعر میں موجود ہے ۔

دونوں صاحبوں نے باد خزاں کو فیصلہ کرنیوالا اور پردۂ حقیقت کا اٹھانیوالا تحریر کیا ہے لیکن سعدی کے شعر میں دو باتیں زائد ہیں ایک تو لفظ "فردا" جسکی یہاں سخت ضرورت تھی اور اسنے شعر میں ایک خاص زور پیدا کردیا ہے ۔ دوسرے یہ جملہ کہ "نامرد و مرد کیست" موقعہ کا اقتضا یہی تھا کہ ایک چھچورے اور ہنس ہنسکر چھیڑنیوالے کو ایسا ہی دنداں شکن جواب دیا جاتا ۔ صرف اسقدر کہہ دینا کافی نہیں ہے کہ مجھہ میں تجھہ میں جو فرق ہے وہ باد خزاں ظاہر کردیگی ۔

نیک و بد کیساتھ کیسا سلوک کرنا چاہیے

کسیکہ با تو نکوئی کند چو بتوانی	دریغ مدار از آں کوشش و در مراعاتش
وگر بدی کند او را بہ روزگار سپار	کہ روزگار کند بہر تو مکافاتش

ابن یمین

سعدی

کسیکہ لطف کند با تو خاک پایش باش ۔۔۔ وگر خلاف کند در دو چشمش افگن خاک
سخن بلطف و کرم با درشت خوئے مگو ۔۔۔ کہ زنگ خوردہ نگردد مگر بہ سوہن پاک

ابن یمین کہتے ہیں " جو شخص تمہارے ساتھہ نیکی کرے جہاں تک ہوسکے تم اُسکی خاطر مدارات کرو اور اگر بدی کرے تو اس کو زمانہ کے سپرد کردو ۔ زمانہ تمہاری طرف سے خود اس سے بدلہ لیگا "

سعدی کہتے ہیں " جو تمہارے ساتھہ مہربانی کرے تم اسکی خاک پا بنجاؤ اور اگر جھگڑا کرے تو اسکی آنکھوں میں خاک جھونکدو ۔ بدطینت آدمی کیساتھہ نرمی و اخلاق سے بات مت کرو کیونکہ زنگ آلودہ چیز بجز سوہن کے اور کسیطرح صاف نہیں ہوسکتی "۔

ابن یمین کا یہ مصرعہ " کسیکہ با تو نکوئی کند "... ایک نامکمل جملہ ہے ۔ سعدی کا مصرعہ کسیکہ لطف کند "... مکمل فقرہ ہے ۔ جس سے پورے معنی نکلتے ہیں ۔ ابن یمین نے شعر اول میں یہ بتایا ہے کہ نیکوں کے ساتھہ کسطرح پیش آنا چاہئے ۔ سعدی نے اپنے پہلے شعر کے صرف مصرعہ اولیٰ میں یہی مضمون ادا کردیا اور اسطرح سعدی کا ایک مصرعہ ابن یمین کے ایک شعر کا مقابلہ کررہا ہے ابن یمین نے نیکوں کے ساتھہ خاطر و مدارات کی نصیحت کی ہے سعدی کہتے ہیں کہ " خاک پایش باش " یہ بڑا بلیغ فقرہ ہے اور ان الفاظ میں معنا بڑی گنجایش ہے ۔ استمالت و مراعات و لطف و کرم عاجزی و انکساری سب پر حاوی ہے ۔

دوسرے شعر میں ابن یمین نے بروں کیساتھہ برتاؤ کرنیکا طریقہ سکھایا ہے سعدی نے پہلے ہی شعر کے مصرعہ ثانی میں یہ مطلب ادا کردیا ہے اور اس لحاظ سے سعدی کا یہ ایک مصرعہ بھی ابن یمین کے پورے شعر کا جواب ہے ۔

اب یہ دیکھنا چاہئے کہ دونوں صاحبوں نے کیا نصیحت کی ہے اور کس کی نصیحت قابل عمل ہے ۔ اسبارہ میں دونوں متفق ہیں کہ نیک کے ساتھہ نیکی کرنی چاہئے ۔ البتہ اس امر میں اختلاف ہے کہ بروں کیساتھہ کیا برتاؤ کیا جائے ؟ ابن یمین کہتے ہیں کہ " زمانہ کے حوالہ کرو " ۔ سعدی کہتے ہیں کہ آنکھوں میں خاک جھونکدو " یعنے جیسے کو تیسا جواب دو ابن یمین کہتے ہیں زمانہ خود اُس سے بدلہ لیگا ۔ سعدی کہتے ہیں " بدمعاش کیساتھہ سیدھی طرح بات بھی مت کرو " یعنے لاتوں کا دیو باتوں سے نہیں مانتا ۔ ابن یمین کا ارشاد اگرچہ بہت ہی خلیقانہ ہے اور بظاہر اچھا اصول ہے کیونکہ

برے سے کیسا ہی بُرا نہ بنے مگر ہر موقع پر یہ طریقہ کام نہیں دیسکتا۔ علاوہ ازیں دنیا کے کام ایسی باتوں سے نہیں چلتے اس قسم کی نصیحت صِرف کانوں ہی کو بھلی معلوم ہوتی ہے۔ اسپر کاربند ہونا انسانی عادت اور نیز سیاست وحکومت کے خلاف ہے اور انصاف کا بھی یہ مقتضی نہیں ہے کہ شریر کی رسی ڈھیلی چھوڑ دی جائے۔ بُرے کے ساتھ بُرائی کے ساتھ پیش نہ آنا گویا اوراسکی اعانت کرنا ہے انجیل شریف میں وارد ہے کہ "جو شخص تمہارے ایک گال پر طمانچہ مارے تم دوسرا گال بھی اُسکے آگے کر دو" مگر کسی پادری صاحب کو ہمنے اسپر عمل کرتے نہیں دیکھا۔ اسمیں شک نہیں ہے کہ بعض اوقات بُروں کے ساتھ بُرائی کرنا خلاف مصلحت ہوتا ہے اور اگر کوئی کتا کاٹے تو اسکے جواب میں کاٹ کھانا انسان کا شیوہ نہیں ہے مگر اسکے ساتھ ہی انتقام کی قدرت رکھتے ہوئے بُرے کو بغیر سزا دئیے چھوڑ دینا اُس سے بُرا ہے اور بالفاظ دیگر ظالم کی اعانت کرنا ہے اسلئے ضرورت اسکی ہے کہ جب ضرورت ہو تو ٹیڑھی انگلیوں سے گھی نکالے اور سانپ کا سر کچل دے۔

حسد

اے دل آسودہ ہمیں باش کہ باکے نبود
گر بروئے تو حسودے بہ حسودی نگرد
صبر کن بر حسد حاسد و دلشاد بزی
کاں بد اندیش خود از رنج حسد جاں نبرد
— ابن یمین

الا تا نخواہی بلا بر حسود
کہ او بخت برگشتہ خود در بلاست
چہ حاجت کہ با وے کنی دشمنی
کہ وے را چنیں دشمنے در قفاست
— سعدی

ابن یمین کے قطعہ کا مطلب ہے کہ "اگر کوئی حاسد تم سے حسد کرے تو کچھ اندیشے کی بات نہیں ہے تم بےفکر رہو۔ حاسد کے کئے پر صبر کرو اور خوش رہو کہ وہ بد اندیش خود حسد کے رنج سے جانبر نہ ہوگا" سعدی کہتے ہیں "خبردار۔ تم حاسد کو تکلیف پہنچانے کا ہرگز خیال مت کرنا وہ بدنصیب خود مصیبت میں گرفتار ہے۔ تم کو اُس سے دشمنی کرنے کی ضرورت کیا ہے۔ اسکے پیچھے بہت بڑا دشمن لگا ہوا ہے۔

ابن یمین نے پہلے شعر میں محسود کو بےفکر رہنے کی تاکید کی ہے مگر وجہ ظاہر نہیں کی کہ کیوں بےفکر رہے۔ سعدی نے پہلے شعر میں یہ تاکید کی ہے کہ حاسد کو بلا میں مت پھانسو اوراسکی وجہ بھی بتادی کہ وہ خود ہی گرفتار بلا ہے۔ اِس اعتبار سے سعدی کا شعر ابن یمین کے شعر سے زیادہ معنی خیز ہے

ابن یمین نے دوسرے شعر کے مصرعۂ اولیٰ میں اُسی بات کا اعادہ کردیا۔ جو شعر اول میں کہی تھی اس مصرعہ سے بجز تھوڑے سے لفظی تغیر کے کوئی خاص اضافہ معنے و مطلب میں نہیں ہوا لیکن بحیثیت مجموعی یہ پورا شعر مکمل شعر ہے۔ اسکے مصرعۂ اولیٰ میں حسد پر صبر کرنے اور خوش رہنے کی تلقین ہے اور مصرعۂ ثانی میں خوش رہنے کی وجہ بھی ظاہر کردی گئی ہے کہ حاسد مرض حسد سے جانبر نہ ہوسکے گا۔ سعدی کا دوسرا شعر سرسری نظر میں پہلے شعر کا ہم مطلب معلوم ہوتا ہے لیکن غور سے دیکھا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ اس شعر میں مطالب کو ترقی دیگئی ہے اور پہلے شعر میں جو الفاظ تشریح طلب تھے انکی وضاحت کردی گئی یعنے "بلاخواہی" کی تشریح اس مصرعہ سے کیگئی "چہ حاجت کہ با دے کنی دشمنی" اور "خود در بلاست" کی توضیح یوں کیگئی "کہ دے را چنیں دشمنے در قفاست" ابن یمین کے شعر کی بندش کچھ زیادہ چست نہیں ہے۔ پہلے شعر میں "حسود سے بحسودی نگرد" اور دوسرے شعر میں "حد حاسد" خلاف فصاحت ہیں۔ حسود کا کام حسودی ہے۔ اسیطرح "حاسد کا حسد" بھی ایک مہمل چیز ہے۔ اس قسم کے مضاف و مضاف الیہ اچھے نہیں سمجھے جاتے۔ سعدی کے قطعہ میں الفاظ "الا تا نخواہی" نے بہت زور پیدا کردیا ہے۔ ابن یمین نے ان اشعار میں دو جگہ حاسد و حسود اور تین جگہ لفظ حسد تحریر کیا ہے سعدی نے ایک جگہ "حسد" استعمال کیا ہے۔ ورنہ ضمائر و بلا و دشمنی وغیرہ الفاظ سے حاسد و حسد کے معنے لئے ہیں۔ بار بار وہی الفاظ نہیں دُہرائے۔

تقدیر و تدبیر

ابن یمین

خدائیکہ بنیاد ہستیت داد
گل پیکرت را چہل بامداد
قلم را بفرمود تا بر سرت
نویسد کہ گوید ترا روزِ حشر
ندارد طمع رستنِ شاخ عود
چو از خط فرمانش بیروں نہند

بروزے الست اندر افگند خشت
بدست خود از راہ حکمت سرشت
ہمہ بودنیہا یکا یک نوشت
کہ ایں کار خوبست و آں کار زشت
ہر آنکس کہ بیخ شتر خار کشت
چہ اصحاب مسجد چہ اہل کنشت

غرور اشکنت آید از عدل او
کہ ایں را دہد دوزخ آں را بہشت

سعدی

اگر خدائے نہ باشد ز بندۂ خوشنود	شفاعت ہمہ پیغمبراں ندارد سود
قضائے کن فیکون است حکم بار خدا	بدیں سخن سخنے در نمی تواں افزود
قلم بہ طالعِ میموں و بخت بد رفت است	اگر تو خشم کنی اے پسر دگر خوشنود
گنہ نبود و عبادت نبود و بر سرِ خلق	نبشتہ بود کہ ایں ناجی است و آں مردود
مقدر است کہ از ہر کسے چہ فعل آید	درخت مقل[1] نہ خرما دہد نہ شفتالود[2]
نہ زنگ عاریتی بود بر دلِ فرعون	کہ صیقلِ ید بیضا سیاہیش نہ زدود
بخواند و راہ نداد کجا رود بدبخت	بہ بست دیدۂ مسکیں و دیدنش فرمود

ابن یمین نے مسئلہ تقدیر و تدبیر کو ایک اعتراضی شکل میں نظم کیا ہے اور ایک بڑے مضمون کو عمدگی سے سات شعروں میں ادا کر دیا ہے۔ یہ قطعہ ابن یمین کے بہترین قطعات میں سے ہے اور بلحاظ بندش و تسلسل مضامین اسمیں کوئی نقص نہیں لگا یا جا سکتا۔ سعدی کا قطعہ انکے دیوان طیبات کی ایک مسلسل غزل ہے جسکے دو شعر یہ ہی ہیں۔

سعادتے کہ نہ باشد طمع مکن سعدی	کہ خود نگاشتہ باشند مشکل است درود
قلم بہ آدمی رفت اگر رضا بہ قضا	دہی وگرندہی بودنی بخواہد بود

قطعات مندرجۂ بالا میں دونوں صاحبوں کے طرز ادا میں ایک بین فرق ہے اسلئے لفظاً لفظاً مقابلہ نہیں ہو سکتا تاہم مطلب و مفہوم دونوں کا ایک ہی ہے۔ ابن یمین کے پہلے دو شعر تمہیدی ہیں اسلئے اُن کے متعلق کسی توضیح کی ضرورت نہیں ہے سعدی کے ابتدائی دو شعروں کو بھی تمہیدی سمجھنا چاہیئے جسمیں شفاعت و احکام قدرت کے اہم و وقیع مسائل کے متعلق انہوں نے اپنا عقیدہ ظاہر کیا ہے۔

ابن یمین کے تیسرے شعر کے مقابلہ میں سعدی کا تیسرا شعر پیش کیا جاتا ہے۔ جسکا صرف پہلا مصرعہ ہی ابن یمین کے پورے شعر کا جواب ہے بلکہ جامعیت میں یہ ایک مصرعہ ہی ابن یمین کے سالم شعر سے بڑھ ہوا ہے۔ تشریح ملاحظہ ہو ابن یمین کہتے ہیں " قلم کو حکم دیا اور اُسنے تمام پیش آنیوالے واقعات تمہاری پیشانی پر لکھدیئے " سعدی کہتے ہیں " نیکبختی و بدبختی قلمبند ہو چکی ہے " ابن یمین نے شدنی امور کی صراحت نہیں فرمائی اگرچہ لفظ " ہمہ " سے تعمیم پیدا ہو گئی ہے مگر نہ اسقدر جسیقدر کہ سعدی نے

[1] مقل ایک قسم کا میوہ ہے ہیر کی شکل کا ۱۲

[2] شفتالود - شفتالو

"طالع میمون و بخت بد" سے پوری صراحت کردی اسکے بعد مصرعۂ ثانی میں تقدیر کے اٹل ہونے اور انسان کی مجبوری کا ذکر ہے۔

چوتھے شعر میں ابن یمین نے نیکی و بدی کے متعلق خدا کے مواخذہ کو نازیبا قرار دیا ہے سعدی کے چوتھے شعر میں اس قسم کا کوئی اعتراض تو نہیں ہے مگر مطلب اُنکا یہی ہے کہ "جس وقت کسی سے نہ گناہ سرزد ہوا تھا اور نہ کسی نے عبادت کی تھی اُسی وقت یہ طے ہو گیا تھا کہ یہ ناجی ہے اور وہ ناری" (ایسی حالت میں انسان کا کیا قصور ہے جو اس سے مواخذہ کیا جائے) غالباً سعدی نے اس قسم کا بصراحت اعتراض کرنا سوء ادب سمجھکر قلم انداز کردیا۔ پانچویں شعر میں ابن یمین کہتے ہیں "جسنے کریل کا درخت بویا ہو وہ کیونکر امید کرسکتا ہے کہ اُس سے عود کی شاخ نکلے گی" سعدی فرماتے ہیں کہ "مقل کے درخت میں نہ کھجور لگ سکتے ہیں نہ شفتالو" اس میں وسعت لفظی زائد ہے۔ وہاں صرف اس قدر کہا گیا ہے کہ "شاخ عود نہیں نکل سکتی" یہاں کہتے ہیں "نہ کھجور آسکتی ہے نہ شفتالو" علاوہ ازیں ابن یمین کا یہ شعر تمثیل ہی تمثیل میں ختم ہو گیا۔ برخلاف اسکے سعدی نے اول یہ دعوے کیا کہ "جو فعل کسی سے سرزد ہوتا ہے وہی اسکی تقدیر کا ثمرہ سمجھو" اسکے بعد دوسرے مصرعہ میں ایک تمثیل پیش کرکے اس دعوے کو ثابت کردیا۔ اس سند کو ارسال المثل کہتے ہیں اس سے شعر میں بڑا لطف پیدا ہو جاتا ہے۔

ابن یمین کے اس شعر کا ہم مطلب سعدی کا وہ شعر بھی ہے جو ہمنے قطعہ سے علیحدہ تحریر کیا ہے

سعادتے کہ نباشد طمع مکن سعدی	کہ خود دل گذشتہ باشد مشکل است درد

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی ابن یمین کے شعر سے بڑھا ہوا ہے کیونکہ ابن یمین کے شعر میں کوئی دعوے نہیں ہے صرف تمثیل ہے اور سعدی کے اس شعر میں دونوں باتیں موجود ہیں چھٹے شعر میں ابن یمین فرماتے ہیں "جب خدائی کے احکام کی سب اتباع کر رہے ہیں تو اہل مسجد و اہل کنشت دونوں برابر ہیں" سعدی چھٹے شعر میں کہتے ہیں "فرعون کے دل کا زنگ عارضی نہ تھا اسوجہ سے ید بیضا کی صیقل بھی اسکی سیاہی نہ کھرچ سکی" اگرچہ سعدی کا یہ شعر لفظی اعتبار سے ابن یمین کے شعر کے مطابق نہیں ہے۔ مگر سعدی نے ایک مشہور اہل کنشت کی مثال پیش کرکے یہ اشارہ کردیا کہ وہ بھی احکام تقدیر کی اتباع کر رہا تھا۔ ساتویں شعر میں ابن یمین نے انصاف خداوندی پر سخت حملہ کرکے جزا و سزا کو غیر منصفانہ قرار دیا ہے۔ سعدی نے اپنے ساتویں شعر میں ایسی جرأت نہیں کی ہے مگر عجز انسانی کا

ایک ایسا دردناک منظر پیش کیا ہے جو ابن یمین کے صریحی اعتراض سے زیادہ موثر ہے۔ فرماتے ہیں۔

"بلا یا مگر آنے کو راستہ نہ دیا۔ بدنصیب کہاں جائے۔ غریب کی آنکھیں تو بند کردیں اور حکم دیا کہ دیکھ"

مذکورہ بالا مقابلہ سے چار باتیں ثابت ہوئیں۔

اوّل یہ کہ ابن یمین کے قطعہ میں مسئلہ جبر و تقدیر ایک مکمل شکل میں دکھایا گیا ہے سعدی کے قطعہ میں یہ بات نہیں ہے۔

دوسرے یہ کہ ابن یمین کے قطعہ کا ماخذ غالباً سعدی ہی کے اشعار ہیں اور اگر ایسا ہو تو بھی بوجہ تقدیم سعدی کو ابن یمین پر فوقیت ہے۔

تیسرے یہ کہ جو مضمون ابن یمین نے پورے ایک شعر میں باندھا ہے وہ سعدی نے ایک ہی مصرعہ میں نظم کردیا ہے جو کمال بلاغت ہے۔

چوتھے یہ کہ مذہبی نقطہ نظر سے اس مسئلہ کا ایسے پیرایہ میں بیان کرنا جس سے درگاہ الٰہی میں بے ادبی ظاہر ہوتی ہو۔ مناسب نہیں ہے[1]۔ اسی خیال سے حافظ فرماتے ہیں۔

گناہ اگرچہ نبود اختیار ما حافظ تو در طریق ادب کوش گو گناہ من است

ملا رشید یاسمی مولف احوال ابن یمین اسی قطعہ کی بناء پر انکو مذہب کیجانب سے بدعقیدہ و بے پروا قرار دیتے ہیں۔

اقبال و دولت کو غنیمت سمجھنا اور کچھ اچھا کام کر لینا

ابن یمین	بکوش تا دل آزادۂ بدست آری مگر کہ فرصت امکاں زدست بگزاری		چو روزگار بکام تو گشت و دولت یار مباش یک نفس از کار خویشتن غافل
سعدی	ہر مدتے زمیں بہ یکے میدہد اماں کاین باغ عمرگاہ بہار است وگہ خزاں		ہر نوبتے نظر بہ یکے میکند سپہر بیخے نشاں کہ دولت باقیست بر دہد

ابن یمین کے قطعہ کا مطلب ہے "جب زمانہ تمہارے موافق ہو اور دولت تمہارا ساتھ دے تو اس بات کی کوشش کرو کہ کسی آزاد کا دل خوش کردو۔ اپنے کام سے ایک منٹ بھی غافل مت رہو ایسا نہ ہو کہ

[1] مسلمان علماء نے مسئلہ جبر و اختیار کی گتھی کو بہت اچھی طرح سلجھا دیا ہے جس سے عجز انسانی و قہر کردگاری کے متعلق تمام شکوک رفع ہوجاتے ہیں چونکہ یہ موقع اس بحث کے چھیڑنے کا نہ تھا اسلئے ہمنے خامہ فرسائی نہ کی ۱۲

موقعہ ہاتھ سے نکل جائے"۔

سعدی کہتے ہیں کہ "آسمان کبھی کسی پر نظر عنایت کرتا ہے اور کبھی کسی پر۔ زمین کبھی کسی کو امن دیتی ہے اور کبھی کسی کو۔ چونکہ عمر کے باغ میں کبھی بہار ہے اور کبھی خزاں۔ اسلئے تم کوئی ایسا درخت لگاؤ جسکا پھل دولت باقی ہو" خلاصہ یہ کہ کبھی کوئی اقبالمند ہوتا ہے اور کبھی کوئی۔ خدا جب تم کو صاحب نصیب کرے تو ایسا کام کرو کہ رہتی دنیا تک تمہارا نام رہے۔

ابن یمین نے اقبال و اقتدار کے وقت کسی آزاد کا دل خوش کرنے کی نصیحت کی ہے یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے اس موقع پر ضرورت تھی کہ اس سے زیادہ اہم بات کی ترغیب دیجاتی۔ دوسرے شعر میں بہت ہی خودغرضی کی تعلیم ہے۔ مدعا یہ ہے کہ ایک منٹ بھی اپنی غرض سے مت چوکو۔ اپنا ہی بھرنا بھرتے رہو اور اپنے ہی فتح کی خیر منائے جاؤ۔

اب اسکے مقابلہ میں دیکھئے سعدی نے کیا اعلیٰ درجے کی نصیحت کی ہے کہتے ہیں کوئی ایسا درخت لگاؤ جسکا پھل دولت باقی ہو یعنے کوئی قومی کام یا ہمیشہ رہنے والی نیکی کا کام کرو تاکہ رہتی دنیا تک تمہارا نام رہے۔ اس شعر میں "دولت باقی" بہت ہی اچھے الفاظ ہیں۔ یہ قطعہ اسقدر جامع ہے کہ اسکا ہر مصرعہ ایک ایک شعر کی حیثیت رکھتا ہے دو شعروں میں اتنا بڑا مضمون باندھنا سخت دشوار کام ہے علاوہ اس کے مقابلہ ابن یمین کے قطعہ کے بلحاظ عمدگی طرز بیان مناسبت الفاظ اور جوش ہر پہلو سے بہت بڑھا ہوا ہے۔

ابن یمین	با غبانے بنفشہ می انبود چہ رسید است از زمانہ ترا گفت پیراں شکستہ دہر اند	گفتم اے کوزہ پشت جامہ کبود پیرنا گشتہ در شکستی زود در جوانی شکستہ باید بود	
سعدی	چہ سود از دزدی انگہہ توبہ کردن بلند از میوہ گو کوتاہ کن دست	کہ نتواند کمند انداخت بر کاخ کہ کوتہ خود ندارد دست بر شاخ	

ابن یمین کے قطعے کا یہ مطلب ہے کہ۔ ایک مالی بنفشہ لگا رہا تھا میں نے اس سے پوچھا اے نیلے کپڑے والے کبڑے زمانہ کے ہاتھوں تجھے ایسا کیا صدمہ پہنچا کہ بڑھاپے سے قبل ہی تو بڈھا ہو گیا۔ اسنے جواب دیا جوانی میں ٹوٹا ہوا (عاجز) رہنا چاہیے ورنہ بڑھاپا تو خود ہی عاجز کر دیتا ہے" اس قطعہ کے پہلے شعر میں کوزہ پشت کی صفت "جامہ کبود" بالکل بھرتی ہے اور آخر شعر میں باغبان کا جواب محض لطیفہ ہے

عاجزی ظاہر کرنے کے لئے گُدڑا بنجانا جھوٹی نمایش ہے۔ عجز و انکساری اور ممنوعات سے پرہیز کرنا دل پر
منحصر ہے نہ کہ جسم پر اگرچہ بعض اوقات ظاہر پر باطن کا قیاس کیا جا سکتا ہے مگر یہ تمثیل ایسی نہیں ہے
سعدی کہتے ہیں۔ "چوری سے اُسوقت توبہ کرنے سے کیا فائدہ۔ جب محل پر کمند ڈالنے کی
قوت ہی نہ رہے۔ لمبے آدمی سے کہو کہ میوہ نہ توڑے۔ ٹھنگنے آدمی کا ہاتہہ تو خود ہی شاخ تک نہیں
پہونچ سکتا" ابن یمین نے جو بات تین شعروں میں بہی صاف طور پر نہیں کہی ہے۔ سعدی کے دونوں
شعروں میں علحدہ علحدہ وہی بات موجود ہے علاوہ اسکے مثالیں نہایت ہی عمدہ ہیں سعدی کا
کا ایک شعر اور بہی اسی مطلب کا موجود ہے۔ جو جامعیت کے اعتبار سے ابن یمین کے پورے قطعہ
کا جواب ہے۔ کہتے ہیں۔

جوان گوشہ نشیں شیر مرد راہ خداست — کہ پیر خود نتواند ز گوشہ برخاست

مطلب یہ ہے کہ جو شخص جوانی میں گوشہ نشینی اختیار کرے اُسے سمجھو کہ خدا کی راہ کا شیر ہے ورنہ بڑھاپا تو خود ہی کونے میں بٹھا دیتا ہے۔

بڑھاپے کی شادی

ابن یمین	پیر مردے زن جواں می خواست زانکہ از عمر جاوداں با پیر گرچہ مرغند جملہ مرغان لیک	گفتمش ترک ایں ہوس خوشتر با جوانیش یک نفس خوشتر جنس با جنس ہم قفس خوشتر
سعدی	شنیدہ ام کہ دریں روزہا کہن پیرے	خیال بست بہ پیرانہ سر کہ گیرد جفت . . . .

ابن یمین کے قطعہ کا مطلب یہ ہے کہ "ایک بڈھا آدمی جوان عورت سے شادی کرنا چاہتا تہا۔ میںنے
اُس سے کہا کہ یہ ہوس ترک کر دینا ہی مناسب ہے کیونکہ جوان عورت کو کسی بڈہے کیساتہہ عمر بہر رہنے سے
جوان کیساتہہ ایک منٹ گزارنا بہلا معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ تمام پرندے پرندے ہی ہیں مگر ہر جنس اپنی
ہم جنس کے ساتہہ ہی پنجرے میں رہنا پسند کرتی ہے۔
سعدی کا قطعہ بہ مصلحت ہم نے پورا نہ لکہا۔ اگر اہل ذوق کو یہ قطعہ یاد ہے جن صاحبوں کے

خیال میں ہو وہ گلستان کے چھٹے باب میں ملاحظہ فرمالیں اور مقابلہ کریں ابن یمین کا قطعہ اُس کا پاسنگ بھی نہیں ہے ممکن ہے بعض صاحب یہ کہیں کہ سعدی نے اس قطعہ میں خلاف تہذیب مضمون باندھ دئیے ہیں جسکی وجہ سے ہر موقعہ پر اس کے لکھنے پڑھنے میں تامل ہوتا ہے مگر بعض موقعے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ واعظ و ناصح کو دائرہ تہذیب سے باہر ہو جانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ موقع بھی ایسا ہی تھا اگر سعدی دستور العمل زندگی یعنے گلستان میں یہ مضمون نظر انداز کر جاتے تو اخلاق و معاشرت کا ایک بڑا پہلو تاریکی میں رہ جاتا خلاصہ یہ کہ سعدی نے سات شعروں میں وہ وہ مضامین استعارہ و کنایہ کے پیرائے میں ادا کئے ہیں کہ انکی تشریح کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ بڑے بڑے قصے ناول، اور ناٹکیں اسپر مرتب ہو گئی ہیں

روزی سے مطمئن اور موت سے بیخوف رہنا

ابن یمین	چوں رسد روزی بوقت خویشتن بے اجل چوں کس نخواہد مرد نیز	زحمت جستن چرا بر خود نہی نیست غم گر تن بر آتش می دہی	
سعدی	رزق ہر چند بیگماں برسد گرچہ کس بے اجل نخواہد مرد	شرط عقل است جستن از درہا تو مرو در دہان اژدرہا	

ابن یمین کہتے ہیں "چونکہ روزی اپنے وقت پر آپ پہونچ جاتی ہے پھر تم تلاش کی تکلیف کیوں گوارا کرتے ہو۔ بغیر موت کے چونکہ کوئی مر ہی نہیں سکتا اسلئے اگر تم آگ میں بھی کود پڑو تو بھی کچھ ڈر نہیں ہے" سعدی کہتے ہیں" اگرچہ رزق بیشک پہونچیگا مگر شرط عقل یہ ہے کہ جابجا تلاش بھی کرو۔ بے موت کے اگرچہ کوئی مرتا ہی نہیں مگر تم خود تو اژدہے کے منہ میں مت جاؤ"

ابن یمین کا قطعہ عقل و مذہب کے خلاف ہے پہلے شعر میں بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ توکل کی تعلیم ہے مگر جو لوگ اسی کو توکل سمجھے ہوئے ہیں کہ بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے کونے میں بیٹھے رہیں خدا اُن کو رزق پہونچا دیگا انکا خیال ایک حد تک درست نہیں ہے سعدی کا شعر مذہب و عقل کے موافق ہے خدا نے قرآن مجید میں ہر ذی حیات کے لئے روزی کا وعدہ فرمایا ہے مگر اسکے ساتھ تلاش کی شرط لگی ہوئی ہے ابن یمین کے دوسرے شعر پر بھی اعتراض عائد ہوتا ہے۔ خدا فرماتا ہے لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں مت پڑو۔ اور عقل کے بھی خلاف ہے اگر کوئی شخص چھت ہے بیٹھا

میں گر پڑے آگ تو خواہ مخواہ اسکو جلائے گی۔ بمقابلہ ابن یمین کے سعدی کی رائے ہمارے لئے عملی زندگی میں ہرطرح مفید ہے سعدی کے قطعے میں لفظ "از درہا" اور "اژدرہا" میں تجنیس مرکب خطی کی ایک عمدہ مثال ہے۔

انسان کبھی دنیا سے سیر نہیں ہوتا

طبع انسانی بر آں مقصور شد	کو ز دنیا می نخواہد گشت سیر		ابن یمین
کے تواں کردن سبوے پر ز آب	کانچہ از بالا در آید شد ز زیر		
آں شنیدستی کہ در صحرائے غور	بار سالارے بیفتاد از ستور		سعدی
گفت چشم تنگ دنیا دار را	یا قناعت پر کند یا خاک گور		

ابن یمین کہتے ہیں "انسانی طبیعت میں یہ نقص واقع ہوا ہے کہ دنیا سے کبھی سیر نہیں ہوتی اس اُس گھڑے کو پانی سے کیونکر بھر سکتے ہیں جسمیں اوپر سے ڈالیں اور نیچے سے نکلجائے" ابن یمین نے تمثیل اچھی دی ہے مگر ایک آدھ صورت ایسی ہی ہے جب یہ گھڑا بھر جاتا ہے۔ اُسکا ذکر انھوں نے نہیں کیا۔ چوتھے مصرعہ میں حروف زائے معجمہ ایک ہی جگہ دو لائے گئے ہیں انہیں زبان اٹکتی ہے۔

اب اسکے مقابلہ میں سعدی کے قطعے کو ملاحظ فرمائیے۔ کس عمدگی سے ایک نہایت دلپذیر پیرایہ میں یہی بات بیان کی ہے۔ کہتے ہیں "تمنے یہ سنا ہوگا کہ غور کے ریگستان میں ایک بنجارہ بیل سے گر پڑا تھا اُسوقت اُس نے کہا کہ دنیا دار کی حریص آنکھ کو یا تو قناعت بھر سکتی ہے یا قبر کی مٹی" کتنا نایاب اسلوب سعدی کو ملا ہے جسکا جواب نہیں۔ ایک بنجارہ جو ملکوں ملکوں خواہش زر میں مارا مارا پھرتا ہوا اُسکا جنگل بیابان میں بیل سے گر پڑنا، تمام امیدوں پر پانی پھر جانا اور حالت مایوسی میں یوں کہنا کہ دنیا دار کی حریص آنکھ کو یا تو قناعت بھر سکتی ہے یا قبر کی مٹی یہ ایسا لطیف مضمون ہے کہ آنکھوں کے سامنے تمام واقعہ کا نقشہ پھر جاتا ہے اور خیال کئے سے دل پر بہت اثر ہوتا ہے۔ اگر یہی مضمون ایک کتاب میں ادا کیا جائے تو بھی اتنا دلنشین نہیں ہو سکتا علاوہ اسکے قناعت کی تعلیم اس سے بہتر پیرایہ میں دینا ممکن نہیں۔ بہ نسبت کھلم کھلا نصیحت کے کسی حکایت یا تمثیل وغیرہ کے پیرائے میں جب کوئی بات کہی جاتی ہے تو بہت موثر ہوتی ہے۔ ابن یمین کہتے ہیں کہ انسان کی طبیعت کبھی دنیا سے سیر نہیں ہوتی سعدی نے بھی یہی کہا ہے مگر اسمیں یہ

اور نکالی کہ قناعت اور قبر کی خاک سے بھر ہی جاتی ہے" خاک گور" میں ایک پہلو ظرافت کا ہے
اس شعر میں چشم تنگ کنایہ حریص سے ہے۔ اس لفظ نے ایک معنوی خوبی اور پیدا کر دی وہ یہ کہ
اول دنیا دار کی آنکھ کو کنایۃً تنگ کہا۔ پھر اسکی فراخی اور وسعت یہاں تک دکھائی کہ دنیا کی کوئی چیز
سوائے قناعت یا قبر کی مٹی اُس کو بھر ہی نہیں سکتی۔ اسمیں ایک قسم کی صنعت متحمل الضدین ہے۔

خاموشی

ابن یمین	بگفتار اگر در فشاند کسے خردمند خامُش بود چوں صدف	خموشی بہ بسیار ازیں خوشتر است اگرچہ درونش پر از گوہر است
سعدی	اگرچہ پیش خردمند خامشی ادب است دو چیز طیرہ عقل است دم فرو بستن	بوقت مصلحت آں بہ کہ در سخن کوشی بوقت گفتن و گفتن بوقت خاموشی

ابن یمین کہتے ہیں "بات کرنے میں اگر کسی کے منہ سے موتی بھی جھڑیں تو بھی چپ رہنا اس سے
زیادہ بہتر ہے۔ عقلمند کے پیٹ میں اگرچہ موتی بھرے رہتے ہیں مگر وہ سیپی کیطرح خاموش رہتا ہے"
اس قطعے میں اچھی باتوں کو موتیوں سے اور عقلمند کو سیپی سے تشبیہ دی ہے۔ لیکن جب تک سیپی کو
توڑا نہ جائے کیا معلوم ہو سکتا ہے کہ اسمیں موتی بھرے ہوئے ہیں یا مٹی۔ محض خاموش آدمی پر
کیونکر عقلمندی کا اطلاق ہو سکتا ہے ورنہ گونگا سب سے زیادہ خطاب عقلمندی کا مستحق ہوگا علاوہ
اسکے آدمیت سے بعید ہے کہ گونگے کا گڑ کھائے اور کوئی اس سے خواہ کچھ ہی پوچھیں منہ میں گھنگنیاں
بھرے بیٹھا رہے اور گفتگو کا جواب کیسا ہی موقع کیوں ہو منہ سے کچھ نہ بولے جب تک ہم کسی کی
گفتگو نہ سنیں کیسے معلوم ہو کہ وہ عقلمند ہے یا بیوقوف۔ موتی کی قدر اُس وقت ہوتی ہے جب
سیپی سے نکلے اور آدمی کی عقل اسکی باتوں سے پہچانی جا سکتی ہے۔ مرزا سودا نے بالکل صحیح کہا ہے

زباں پہ لا سخن خوب تو نہ رکھ دل میں	کہ اُس گہر کی نہیں قدر جو صدف میں رہا

اس قطعے پر یہ اعتراض بھی ہو سکتا ہے کہ ابن یمین اوروں کو تو خاموش رہنے کی نصیحت کرتے ہیں
مگر خود خاموش نہ رہے اور یہ نصیحت کی۔ اگر یہ مانا جائے کہ اس قطعہ میں مبالغہ ہے اور شاعر کا مقصود
قطعی خاموش رہنا نہیں ہے تاہم مبالغہ سے کوئی بات بیان کرنا بھی عیب ہے۔
اسکے مقابلہ میں دیکھیے سعدی کی نصیحت کس قدر جامع، بلیغ، موافق عقل اور دستور العمل

بتانے کے قابل ہے کہتے ہیں" اگرچہ عقلمند کے نزدیک خاموشی ادب میں داخل ہے مگر مصلحت کیوقت
مناسب ہے کہ گفتگو بھی کرو دو باتیں بہت بیوقوفی کی ہیں گفتگو کے موقع پر چپ سادھ لینا اور
خاموشی کے موقع پر باتیں بنانا" ایک اور جگہ بھی سعدی نے خاموشی کے متعلق کسیقدر تفصیل سے
فرمایا ہے۔

نظر کردم بچشم رائے و تدبیر	ندیدم بہ ز خاموشی خصالے
نگویم لب بہ بند و دیدہ بردوز	ولیکن ہر مقامے را مقالے
زمانے بحث علم و درس و تدریس	کہ باشد نفس انساں را کمالے
زمانے شعر و شطرنج و حکایات	کہ باشد دفع خاطر را ملالے
خدایست آنکہ ذات بے مثالش	نگردد ہرگز از حالے بحالے

مطلب یہ کہ "میں نے نظر فکر و تدبیر سے دیکھا مگر خاموشی سے بہتر کوئی خصلت نظر نہیں آئی - میں یہ
نہیں کہتا کہ ہونٹ بند کر لو اور آنکھیں سی لو - ہاں مگر اس کا لحاظ رہے کہ ہر بات کا ایک موقع ہوتا ہے
ایک وقت علمی مباحثوں اور درس و تدریس کا ہے جس سے انسان کے نفس کو کمال حاصل ہو - ایک
وقت شعر شطرنج قصے کہانیوں کا ہوتا ہے جس سے طبیعت بہلتی ہے اور ملال رفع ہوتا ہے صرف
خدا کی ذات بے مثال ایسی ہے جو ہمیشہ ایک ہی حال پر رہتی ہے"

تھوڑے سے آرام کے لیے بہت تکلیف اٹھانی چاہیئے

ابن یمین

طعام چرب و شیریں سلاطین	جواب تلخ دربانی نیرزد
مجو زانیت زیاقوت و زمرد	کہ اینہا کندن کانی نیرزد
بکنج بندگی خاموش بنشیں	کہ ملک مصر زندانی نیرزد

سعدی

ترک احسان خواجہ اولیٰ تر	کاحتمال جفائے بوابان
بہ تمنائے گوشت مردن بہ	کہ تقاضائے زشت قصاباں

ابن یمین کے قطعے کی بحر شگفتہ۔ بندش اچھی اور الفاظ بہت مناسب ہیں مگر معنے و مطلب بہت محدود
اور کسیقدر ناقص ہے۔

پہلے شعر میں کہتے ہیں" بادشاہوں کے ہاں کے میٹھے اور مرغن کھانے اس قابل نہیں کہ انکے لئے دربانوں

کے کڑوے جواب سنے جائیں" اس شعر میں صنعت تضاد ہے۔ الفاظ شیریں و تلخ ایک دوسرے کی ضد میں بات اچھی کہی ہے مگر صرف ادنیٰ طبقے کے لوگوں کے لئے کارآمد ہے جو کھانے کے مارے سپاہیوں کے دھکے کھاتے پھرتے ہیں۔ اب اسکے مقابلہ میں سعدی کے پہلے شعر کو دیکھیے کہتے ہیں "درباریوں کی جفا برداشت کرنے سے امیر کے احسان پر لاحول پڑھ دینا بہتر ہے" پہلے مصرعہ میں لفظ "احسان" بہت ہی بلیغ ہے اور نہایت وسیع معنی رکھتا ہے۔ ایسے ہی لفظ "جفا" بھی بہت جامع و مناسب ہے احسان کے ضمن میں کھانا، پینا، نوکری چاکری سعی سفارش۔ لین دین سب آگئے اسی طرح جفا میں جواب تلخ۔ دھکا پیلی۔ لپا ڈگی۔ بدزبانی سب موجود ہے اور مقابلہ ابن یمین کے شعر کے یہ اعلیٰ ادنیٰ سب درجے کے لوگوں کے لئے ایک عمدہ نصیحت ہے۔

دوسرے شعر میں ابن یمین کہتے ہیں "یاقوت و زمرد اس قابل نہیں ہیں کہ انکے لئے کان کھودنے کی تکلیف اٹھائی جائے" جو شخص یاقوت و زمرد پہننے کی حیثیت رکھتا ہے گو اُسے کان کھودنی نہیں پڑتی تاہم حصول جواہرات میں دقت و زحمت ہوتی ہے۔ شاعر کی مُراد شاید اُسی تکلیف سے ہو۔

تیسرے شعر میں ابن یمین فرماتے ہیں "گوشہ میں بیٹھے اللہ اللہ کرو ملک مصر اس قابل نہیں کہ اُسکے لئے قید بھگتی جائے" اگر شعر کا مطلب وہی لیا جائے جو صاف طور پر ظاہر ہے تو اسکا مضمون بالکل خیالی و فرضی معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ کسی ایسے آرام کا ذکر کرنا چاہیے تھا جسکے ساتھ واقعی کوئی تکلیف لگی ہوتی۔ شاعر نے حضرت یوسفؑ کے قصہ سے یہ نتیجہ نکالا ہے مگر وہ بالکل اتفاقی امر تھا کہ انکو قید کے بعد وہاں کی بادشاہت ملگئی تھی۔ یہ لازم نہیں ہے کہ جو شخص قید کاٹ لیتا ہے وہی مصر کا بادشاہ ہوجاتا ہے۔ شاذ کو بطور کلیہ کسطرح مان سکتے ہیں۔ بالفرض مصر سے اگر جاہ و حشمت اور زندان سے تکالیف مراد ہیں تو البتہ یہ مطلب ٹھیک ہوتا ہے مگر نصیحت ہمیشہ ایسے صاف و صریح الفاظ اور سلجھے ہوئے استعاروں میں ہونی چاہیے کہ سننے والا شعر ختم ہونے سے پہلے ہی مطلب سمجھ جائے خیر ان دونوں شعروں کا جواب سعدی کا دوسرا شعر ہے جسمیں فرماتے ہیں "قسائیوں کے ناگوار تقاضے سننے سے گوشت کی آرزو میں مرجانا بہتر ہے" اصلیت و حقیقت کے لحاظ سے اس شعر کو ابن یمین کے دونوں شعروں پر بے انتہا تفوق حاصل ہے اور ایسے تجربہ کی بات کہی ہے جسکا جواب نہیں شعر سنتے ہی تقاضا کرنیوالے قسائیوں کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے۔

کتب خانہ
جامعہ عثمانیہ

۱- اراکین مجلس اعلیٰ، مجلس رفقاء، مجلس انتظامی، مجالس تعلیمات و نصاب پانچ کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکینگے۔

۲- اساتذہ جامعہ عثمانیہ و کلیات ملحقہ و گزیٹڈ عہدہ داران جامعہ اور اراکین دارالترجمہ رجسٹر شدہ دو کتابیں بی۔ اے۔ اور انٹرمیڈیٹ ... ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکینگے۔

۳- طلبائے ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی و تحقیقاتی جماعتوں کے طلبہ تین کتابیں دو ہفتہ تک اپنے پاس رکھ سکینگے۔ طلبہ پانچ کتابیں ... واپس نہ ہوں تو طلبہ سے حساب

۴- مدت مقررہ پر کتابیں واپس نہ ہوں تو ایک آنہ یومیہ فی کتاب جرمانہ لیا جائیگا۔

۵- بشرط موقع کتابیں گھر جاری کی جا سکینگی مگر اس غرض کے لئے کتب خانہ میں کتاب کا لانا لازم ہے۔

۶- کتابیں گم یا خراب ہوجائیں تو تشخیص پر دوسری ... داری عائد ہوگی۔

۷- کتابوں پر کسی قسم کا نشان سیاہی یا پنسل سے نہ لگایا جائے۔

۸- قلمی نسخے اور حوالے کی کتابیں جاری نہ کی جا سکینگی۔ فقط